تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر اُستوار   لاکہیں سے ڈھونڈ کراسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا ترجمان

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

بانی : اقتدار احمد مرحوم   ۲۴ تا ۳۰ ستمبر ۹۸ء   مدیر : حافظ عاکف سعید

دعوت الی اللہ اور داعی کا کردار

زبان ہر انسان کے پاس ہے' اس کا استعمال ہر شخص کرتا ہے۔ جو لوگ نسبتاً باصلاحیت ہوتے ہیں وہ کسی نہ کسی دعوت کے علمبردار بن کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کوئی کنبے اور قبیلے کی فلاح کا نعرہ لے کر اٹھتا ہے' کوئی قوم اور وطن کی عظمت کا نام لے کر اٹھتا ہے' کوئی عوام کے حقوق کا نعرہ لگاتا ہے' کوئی معاشی عدل اور معاشی انصاف کے لئے جدوجہد کرنے کا دم بھرتا ہے۔ کہیں وطن کی عظمت پر گردنیں کٹائی جاتی ہیں' کہیں اپنی قومی برتری کے لئے محنتیں اور مشقتیں کی جاتی ہیں اور ایثار و قربانی کا داعیہ پیدا کیا جاتا ہے۔ اس طرح نامعلوم کتنی اقسام کی دعوتیں دنیا میں دی جاتی ہیں۔ لیکن سب سے اچھی بات اور بہترین دعوت اس شخص کی ہوگی جو اللہ کی طرف بلا رہا ہو۔ اس اللہ کی طرف جو سب کا خالق و مالک ہے' جو سب کا رازق ہے' جو سب کا آقا ہے' جو سب کا حاکم ہے' جس کے حضور میں سب کو چار و ناچار حاضر ہونا ہے' جس کے قبضہ قدرت میں کل کائنات ہے' جس کے اذن کے بغیر ایک پتا تک جنبش نہیں کرتا اور جو فی الواقع "الحق" ہے۔ یہ تمام دعوتوں سے بلند تر دعوت ہے۔ بلاشبہ اس سے کم تر' نچلی سطح پر اصلاحی دعوت اور محدود پیمانے پر خلق خدا کی خدمت کے کاموں کی بھی اپنی اپنی جگہ پر اہمیت و افادیت ضرور ہے' مگر دعوت الی اللہ ان سب سے بلند تر اور اعلیٰ ترین ہے۔

اس دعوت کا اولین اور بنیادی تقاضا داعی کی اپنی زندگی کا صالحیت سے عبارت ہونا ہے تاکہ وہ پورے انشراح صدر کے ساتھ کہہ سکے کہ جس بات کی طرف میں دعوت دے رہا ہوں کہ لوگو اللہ کی بندگی اختیار کرو' اللہ کی اطاعت کرو' اللہ کو چاہو' اللہ سے شدید محبت کرو' اللہ ہی کو اپنا مطلوب و مقصود حقیقی سمجھو' اس دعوت کا مجسم پیکر میں خود ہوں۔ میں نے خود اللہ تعالیٰ کی بندگی کو عملاً اختیار کیا ہے۔ میں نے خود اللہ تعالیٰ کو اپنا محبوب بنالیا ہے اور میں تمہیں بھی دعوت دیتا ہوں کہ اسی کی محبت سے اپنے دلوں کو آباد کرو۔

(ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کے مرتب کردہ مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب (درس نمبر ۲) سے ایک اقتباس)

شمارہ : 37   قیمت : 3 روپے

ہیں۔ مثلاً قرارداد مقاصد کی منظوری '۵۱ء کے دستور میں اسلامی دفعات کی شمولیت' اسلامک آئیڈیالوجی کونسل کا قیام' ۷۳ء کے دستور میں اسلامی دفعات کا اضافہ' پھر قرارداد مقاصد کو دستور کا حصہ بنانا اور اب پندرھویں ترمیم کا اعلان۔ اگرچہ مجوزہ ترمیم کی بعض شقوں سے مجھے بھی اختلاف ہے' جمہوری وفاقی نظام اور جدید ریاست کے تصورات کا توازن بگڑنے کا خطرہ بھی ہے' لیکن بہرکیف اس کے ذریعے کچھ نہ کچھ پیش رفت تو ہو جائے گی' یہ سب میرے نزدیک حفیظ کے شعر ؎

مجھے مسجد سے مکتب کی طرف تقدیر نے کھینچا
تنازع للبقا کی آہنی زنجیر نے کھینچا

کے مانند مشیت ایزدی کی زنجیر کے پاکستان کو اس کردار کی طرف کشاں کشاں کھینچنے کے مظاہر ہیں۔

اب اصل مرحلہ یہاں طریق نبوی کے مطابق اسلامی انقلاب برپا کرنے کا ہے۔ اور اس ضمن میں اس قدر پیش رفت ہو چکی ہے کہ الحمدللہ ہماری کوششوں سے اب لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات آئی ہے کہ یہاں الیکشن کے ذریعے اسلامی انقلاب کا آنا ممکن نہیں ہے۔ جماعت اسلامی نے بھی یہ تسلیم کر لیا ہے کہ الیکشن کے ذریعے یہاں اسلامی انقلاب نہیں آسکتا اور دوسری دینی جماعتوں نے بھی' جو خود الیکشن کی دوڑ میں شامل ہیں' اس بات کا اعتراف کیا ہے۔ قاضی حسین احمد نے اگرچہ الیکشن کی بجائے احتجاج کا راستہ اختیار کیا ہے۔ تاہم انہوں نے معاملات (issues) کو گڈمڈ کر دیا ہے۔ آپ جس issue پر احتجاج کر رہے ہیں' وہ خالص دینی issue ہونا چاہئے' کسی دنیاوی یا سیاسی issue کو اس کے ساتھ گڈمڈ نہ کریں۔ پھر یہ بھی دیکھنا ہو گا کہ احتجاج کرنے والوں کی تربیت کتنی ہوئی ہے' ہجوم سے یہ کام نہ ہو گا اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ چیز بھی ان شاء اللہ ان پر منکشف ہو جائے گی۔ اور مجھے یقین ہے کہ اسلامی انقلاب آئے گا اور منہج انقلاب نبوی کی بنیاد پر آئے گا۔

البتہ تاحال ہماری سیاسی قیادت (جس میں حکمران پارٹی اور اپوزیشن سب شامل ہیں) کا نقشہ سورۂ مائدہ کی آیات ۵۲۔۵۱ کے مصداق ہے کہ وہ یہود و نصاریٰ کو دوست بنائے ہوئے ہیں اور ان کی خوشنودی کے حصول کے لئے ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے کے لئے سعی و جہد کر رہے ہیں۔ پہلے دن سے ہی ہم نے بھارت کا خوف اور امریکہ کی پناہ کا وطیرہ اپنایا ہوا ہے۔ ایوب خان کو بھی اگرچہ اپنے پورے دور اقتدار میں امریکہ کی پشت پناہی حاصل رہی لیکن اسے بھی بالآخر امریکی رویئے سے مایوس ہو کر "Friends not Master" نامی کتاب لکھوانا پڑی کہ ہم نے امریکہ کو اپنا دوست بنایا تھا لیکن وہ مالک اور آقا بن بیٹھا!

قائد اعظم کے انتقال کے بعد سے اب تک ہماری قومی زندگی کے پورے ۵۰ سال کا ایک نقشہ ان آیات میں کھینچا گیا ہے اور اس کا دوسرا نقشہ سورۂ اعراف کی آیات ۱۷۵۔۱۷۷ میں کھینچا گیا ہے۔ ہم نے اپنے خصوصی اسلامی کردار کو چھوڑ کر امریکہ کی پناہ لے رکھی ہے۔ مدد اور سہارا بھی انہی کا چاہتے ہیں اور خوش بھی انہی کو کرنا چاہتے ہیں' اور حال یہ ہے کہ ؎

میرا یہ حال بوٹ کی ٹو چاٹتا ہوں میں
ان کا یہ حکم' دیکھ میرے فرش پر نہ رینگ

اس وقت صورتحال یہ ہے کہ ملک ۵۰ برس کی غلط اقتصادی منصوبہ بندی اور غلط اقتصادی پالیسیوں نیز خیانت اور غبن کے طوفان کے نتیجہ میں اقتصادی بحران کا شکار ہے اور حقیقتاً اقتصادی طور پر ہم دیوالیہ ہو چکے ہیں' ہم اگر ڈھٹائی اختیار کر لیں اور تسلیم نہ کریں تو اور بات ہے۔ بچاؤ کی کوئی صورت نہیں۔ ہر سال ۳ سو ارب کا خسارہ ہو تو قرضہ مزید بڑھے گا نہیں تو اور کیا ہو گا۔ چنانچہ اب ہماری جان آئی ایم ایف کے شکنجے میں آئی ہوئی ہے۔ شدید ترین دباؤ ہے اور اس جال کے حلقے تنگ سے تنگ ہوتے جا رہے ہیں۔ ہم اس شدید ترین دباؤ کے تحت سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں جبکہ بھارت ڈٹا ہوا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اس کی معیشت مستحکم ہے اور وہ عالمی اقتصادی پابندیوں کا مقابلہ کر سکتا ہے' لیکن ہماری جان پر بنی ہوئی ہے۔ سوائے اس معاشی دباؤ کے' دستخط کرنے کی کوئی اور وجہ نہیں ہے' ورنہ ابھی تک ہم یہ کہتے آئے ہیں کہ جب تک بھارت دستخط نہیں کرے گا ہم بھی نہیں کریں گے' کشمیر کا مسئلہ جب تک حل نہ ہو گا ہم دستخط نہیں کریں گے' لیکن اب کہاں ہے مسئلہ کشمیر؟ دراصل ہم سجدۂ سہو کر رہے ہیں۔ امریکہ نے ویت نام کا بدلہ افغانستان میں روس سے لے لیا اب اس کی ہم سے کوئی احتیاج وابستہ نہیں۔ لہٰذا وہ ہماری کوئی شرط ماننے اور ہمارے ساتھ رورعایت کرنے کو تیار نہیں۔

اس کے لئے ہمارے پاس صرف ایک راستہ ہے جس کے لئے جرأت مومنانہ یا جرأت رندانہ چاہئے۔ اور وہ یہ کہ ہم صاف طور پر یہ اعلان کر دیں کہ ہم قرضے واپس نہیں کریں گے' اور ہم سی ٹی بی ٹی پر دستخط نہیں کریں گے اور سودی قرض کی جو قسط لینی تھی وہ بھی نہیں لیں گے۔

اس جرأت مندانہ فیصلے کے بعد پھر سال دو سال تک سختیاں ضرور آئیں گی' انہیں صبر اور ہمت سے جھیلنا ہو گا۔ جب بیرونی قرضوں پر انحصار ختم ہو گا اور ہمارے وسائل یہاں صرف ہوں گے تب ہم خود کفیل ہو سکتے ہیں۔ ہم ان مسلمان ممالک سے تیل حاصل کر سکتے ہیں جنہوں نے قرض پر تیل دینے کا وعدہ کیا ہے۔ وہاں سے ہماری توانائی کی ضرورت پوری ہو جائے گی۔ لیکن ہماری قومی قیادت جس طرف جا رہی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بس دستخط ہو جائیں گے۔

میرے نزدیک اپوزیشن نے اس معاملے میں جو موقف اختیار کیا ہے وہ بھی لائق توجہ ہے کہ ہم سی ٹی بی ٹی سے انکار نہیں کرتے لیکن ہمیں بتائیں تو سہی کہ آپ کو کیا مل رہا ہے؟ بھارت سیکورٹی کونسل کی رکنیت اور ٹیکنالوجی اور کمپیوٹر وغیرہ کا مطالبہ کر رہا ہے' آخر ہم کیا لے رہے ہیں؟ کچھ تو بتایا جائے۔ آخر کس شے کے عوض آپ اتنا بڑا قدم اٹھا رہے ہیں۔ ہمارے پرانے جرنیل سب متفق ہو گئے ہیں کہ دستخط نہیں کرنا چاہئیں۔ حمید گل صاحب' افتخار سروہی اور ایئر مارشل شمیم عالم صاحب سب اس کے مخالف ہیں۔ جہانگیر کرامت صاحب نے بھی بہت عمدہ بیان دیا ہے کہ اگر عالمی طاقتیں ہمیں ان معاہدوں کے اندر لانا چاہتی ہیں تو پہلے بتائیں کہ ہماری سلامتی کی ضمانت کس صورت میں دے رہی ہیں۔ میرے نزدیک تو از روئے دین ہماری ذمہ داری ہے کہ ﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ﴾۔ سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنا اللہ کے صریح فرمان کی حکم عدولی کے مترادف ہو گا۔ دارالعلوم حقانیہ نے تو اس کے حرام ہونے کا فتویٰ دیا ہے دیگر مکاتب فکر کو بھی اس پر رائے دینی چاہئے۔ ٹی وی پر سی ٹی بی ٹی کے حق میں وزراء کے بیانات ؎

خدا کے واسطے جھوٹی نہ کھایئے قسمیں
ہمیں یقین ہوا' ہم کو اعتبار آیا

کے مصداق ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر اس معاہدہ پر دستخط کرنا بالکل بے ضرر ہے اور ہماری ایٹمی صلاحیت پر اس سے کوئی آنچ نہیں آتی تو ہم پر یہ شدید دباؤ کیوں ہے کہ دستخط کرو؟ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ نیو ورلڈ آرڈر یا جیو ورلڈ آرڈر یہ نہیں چاہتا کہ دوسری کوئی قوم بالخصوص مسلمان قوم اس میدان میں آئے۔ اس لئے کہ اصل تصادم تو اسی مسلمان قوم سے ہونا ہے۔ اور نیوکلیئر صلاحیت کے اگر تجربات جاری نہ رکھے گئے تو یہ خود ہی cap ہو جائے گا۔ اس لئے کہ سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے کے بعد صرف کولڈ ٹیسٹ کا امکان باقی رہ جائے گا لیکن اس کی ٹیکنالوجی ہمارے پاس نہیں ہے' جبکہ عالمی طاقتیں وہ ٹیکنالوجی ہمیں دینے کے لئے تیار نہیں۔ اسی لئے بھارت مطالبہ کر رہا ہے کہ ہم پر ان ساری چیزوں کے حصول کی کوئی پابندی نہیں ہونی چاہئے۔ اور ہم تو اس مطالبے کی جرأت ہی نہیں کر رہے ہیں کہ کہیں پھندا مزید کھینچ نہ جائے۔ اور اس کے لئے اللہ پر ایمان و یقین اور

(باقی صفحہ ۱۵ پر)

ایرانی حکومت کو غور کرنا چاہئے کہ امریکہ کو اس سے اچانک محبت کیوں پیدا ہو گئی!

عراق کویت جنگ میں جو کردار امریکہ نے ادا کیا ہے وہی کردار افغان ایران تنازعہ میں دہرایا جارہا ہے

ایران اور افغانستان دونوں کو حقیقت پسندی اور صبر و تحمل کا مظاہرہ کرنا ہوگا

مرزا ایوب بیگ کا تجزیہ

اللہ تبارک و تعالیٰ کا صد ہزار بار شکر ہے کہ ایران افغان کشیدگی میں' جو چند دن پہلے اپنے عروج پر تھی اور یوں محسوس ہوتا تھا کہ دو برادر ممالک میں کسی وقت بھی خونریز جنگ چھڑ جائے گی' بتدریج کمی واقع ہو رہی ہے اور بعض غیر مصدقہ خبروں کے مطابق ایران نے اپنی افواج کو سرحدوں سے واپس بلانا شروع کر دیا ہے۔ ایران تاریخی لحاظ سے اور افغانستان جغرافیائی اور معاشرتی لحاظ سے دنیا کے دوسرے ممالک سے بہت مختلف نظر آتا ہے۔

جزیرہ نمائے عرب میں جب اسلام کا سورج طلوع ہو رہا تھا ایران کا شمار دنیا کی سپر طاقتوں میں سے تھا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ سلطنت روما کے سوا ایران کے مدمقابل کوئی اور قوت موجود نہ تھی۔ جزیرہ نمائے عرب' جہاں اسلام ایک انقلابی قوت کی حیثیت سے ابھرا تھا' کی ایران کے سامنے وہ حیثیت بھی نہ تھی جو آج نیپال یا بھوٹان کی بھارت کے سامنے ہے۔ اس علاقہ میں کوئی شورش برپا ہوتی تو حکومت ایران اپنی سٹینڈنگ آرمی کو بھیجنا توہین خیال کرتی اور سرحدی کسانوں کی مدد سے اس شورش کو دبا دیتی لیکن مجاہدین اسلام نے چند برس میں عظیم ایرانی سلطنت کو پاش پاش کر دیا۔ ایران بحیثیت ملک حلقہ بگوش اسلام ہوا۔ محمد بن قاسم کے بعد ہندوستان میں اسلام براستہ ایران ہی آیا۔

سمندر سے محروم افغانستان پہاڑوں میں گھرا ہوا ملک ہے جس میں کوئی ریلوے لائن نہیں۔ خالصتاً ایک قبائلی معاشرہ ہے۔ اپنے اور بیگانوں سے لڑنا اور گولی کی زبان میں بات کرنا ان کی روزمرہ زندگی کا معمول ہے۔ افغانیوں نے کبھی کسی کی غلامی قبول نہیں کی' روسیوں کو ناکوں چنے چبوانا اور نڈھال کر کے افغانستان سے نکل جانے پر مجبور کرنا افغانیوں کا ایک ناقابل فراموش اور تاریخی کارنامہ ہے۔ افغانستان کا جنگ و جدل اور غربت سے چولی دامن کا ساتھ رہا ہے جس نے افغانیوں میں مزاحمت کے جذبہ کو انتہائی قوی کر دیا ہے۔

ایران تیل کے وسائل سے مالا مال ہے۔ آریہ مہر شہنشاہیت' جو ترقی پسند میلان رکھتی تھی' نے صنعتی ترقی کی طرف خصوصی توجہ دی۔ امریکہ سے خصوصی تعلقات قائم کئے گئے۔ ایران عسکری سطح پر ایشیا کا سب سے بڑا اسلحہ خانہ بن گیا۔ علاقہ میں امریکی نمائندہ کی حیثیت سے ایران نمبردار کی حیثیت اختیار کر چکا تھا لیکن آیت اللہ خمینی کی سربراہی میں مذہبی انقلاب نے اندرونی اور بیرونی سطح پر تمام معاملات تلپٹ کر دیئے اور ایران' جو امریکہ کا قریب

تجزیہ

ترین اور پُر اعتماد تھا' اس کا دشمن بن کر سامنے آیا اور اس نے امریکہ کو "شیطان بزرگ" کا خطاب دیا۔ ادھر افغانستان سے روس کے نکل جانے کے بعد کچھ امریکی سازشوں کے نتیجہ میں اور کچھ اپنی جنگی خصلت کی بنا پر افغانستان میں خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ امریکہ کی خواہش تو یہ تھی کہ انتشار و افتراق جاری رہے اور کوئی گروپ واضح کامیابی حاصل نہ کر سکے۔ لیکن ایران نے امریکہ کی ناک میں دم کیا ہوا تھا لہٰذا امریکہ کو اپنی حکمت عملی تبدیل کرنی پڑی۔ ایران کی کٹر شیعہ مذہبی حکومت کے مقابلے میں افغانستان میں کٹر سنی حکومت قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ مدرسوں کے طالب علم جنہوں نے روس کے خلاف جنگ آزادی مختلف گروپوں میں شامل ہو کر لڑی تھی' بے نظیر کے دور میں جنرل (ر) نصیر اللہ بابر نے انہیں طالبان کے نام سے یکجا کیا اور انہوں نے بڑی سرعت کے ساتھ مدمقابل گروپوں کو پے در پے شکستیں دے کر کابل پر قبضہ کر لیا' اس وقت بہت سے مبصرین کو حیرت بھی ہوئی کہ افغانستان میں امریکہ نے بنیاد پرست طالبان کو سپورٹ کیوں کیا؟ بات بالکل واضح تھی۔ ایران' جس نے امریکہ کی افضلیت (supremacy) کو چیلنج کیا تھا' امریکہ کے لئے ناقابل برداشت ہو چکا تھا لہٰذا اپنے تئیں اس نے شیعہ مذہبی جنونی ملک کے پڑوس میں سنی مذہبی جنونی حکومت قائم کر دی اور دونوں کو لڑانے کے لئے سازشوں کا جال بچھا دیا۔ طالبان کو حکومت بنانے میں مدد بھی دی لیکن ساتھ ہی ان کے خلاف سازشوں کا آغاز بھی کر دیا۔ مجاہدین کو دہشت گرد کہنا شروع کر دیا۔ دوسری طرف ایران سے اپنے تعلقات بہتر کرنے کی ہر ممکن کوشش شروع کر دی۔ راقم یہ بات یقین سے کہہ سکتا ہے کہ جس طرح امریکہ نے عراق کو کویت پر حملہ کرنے کی بالواسطہ ترغیب دی تھی اور اسے یقین دلایا تھا کہ امریکہ اس جنگ میں غیر جانبدار رہے گا اور بعد میں اس جنگ کو بہانہ بنا کر اپنی فوجیں مشرق وسطیٰ میں لے آیا تھا' یہی حربہ وہ ایران اور افغانستان کے معاملہ میں استعمال کر رہا ہے۔ امریکی طرز عمل پر گفتگو کو یہاں ادھورا چھوڑ کر ضروری ہے کہ اس مسئلہ پر گفتگو کر لی جائے جو دونوں برادر ممالک کے درمیان فوری اشتعال اور کشیدگی کا باعث بنا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ شمالی افغانستان کو چھوڑ کر باقی تمام افغانستان پر طالبان کا قبضہ آناً فاناً ہو گیا تھا جس پر تمام طالبان دشمن قوتیں شمالی افغانستان کے مرکزی شہر مزار شریف میں جمع ہو گئیں' ان میں حزب وحدت بھی شامل ہے جسے شیعہ مذہب ہونے کی بنیاد پر ایران کی پشت پناہی حاصل ہے۔ طالبان شمالی افغانستان خصوصاً اس کے مرکزی شہر مزار شریف پر قبضہ کرنے کیلئے بڑے بے تاب تھے۔ اپنی اس بے تابی کی وجہ سے وہ چند ماہ پہلے ایک جنگی چال بلکہ جھانسے میں آ گئے۔ طالبان کے مخالف شمالی اتحاد میں سے بعض جماعتوں نے اپنے اتحاد سے اپنا زبرست اختلاف ظاہر کیا اور طالبان کو مزار شریف میں داخل ہونے کی

دعوت دی۔ طالبان نے موقع غنیمت جانا اور سوچے سمجھے بغیر اپنی افواج کو مزار شریف میں داخل کر دیا جہاں انہیں گھیر کر بری طرح مارا گیا۔ یہ علاقہ طالبان دشمن قوتوں کا مرکز بنا رہا۔ ایران بھی طالبان حکومت کے دشمنوں کو ہر قسم کی مادی' اخلاقی بلکہ عسکری امداد بھی پہنچا رہا تھا جس کی وجہ سے طالبان اور ایران ایک دوسرے پر الزامات کی بوچھاڑ کرتے رہے۔ ایران کو پاکستان سے یہ شکوہ تھا کہ اس نے طالبان کی نہ صرف اخلاقی بلکہ عملی مدد بھی کی ہے جس کی وجہ سے پاک ایران تعلقات جو کبھی بڑے مثالی تھے' کشیدہ رہنے لگے۔ مزار شریف پر قبضہ کرنے کے معاملے میں طالبان کو جو خفت اٹھانا پڑی تھی اسے مٹانے کیلئے وہ دن رات جنگی تیاریوں میں مصروف رہے اور بالآخر حملہ کر کے پہلے مزار شریف پھر بامیان وغیرہ پر قبضہ کر لیا۔

ایران نے چونکہ طالبان کی حکومت کو تسلیم نہیں کیا تھا للٰذا اس کا سفارت خانہ کابل کی بجائے مزار شریف میں قائم تھا۔ اس حملہ کے دوران ایران کے نو سفارت کار ہلاک ہو گئے۔ جہاں تک سفارت کاروں کے ہلاک ہونے کا تعلق ہے جنگ میں ایسا ہو جایا کرتا ہے' چاہے کوئی دانستہ ایسا نہ بھی کرنا چاہے' لیکن طالبان کی اسلامی حکومت سے جو فاش غلطی بلکہ غیر اخلاقی حرکت سرزد ہوئی وہ یہ تھی کہ انہوں نے غلط بیانی کا سہارا لیا جس سے ان کا امیج بری طرح خراب ہوا۔ طالبان نے سفارت کاروں کے بارے میں پہلے کہا کہ ہمیں ان کے بارے میں کوئی علم نہیں شاید وہ فرار ہو گئے ہوں یا کہیں روپوش ہیں' اور بعد ازاں خود ہی ان کی لاشیں ایران کے حوالے کر دیں۔ اگر وہ دوران جنگ ہلاک ہو گئے تھے تو پہلے ہی دن کابل حکومت کو اس کا اعتراف کر لینا چاہئے تھا۔ اس لئے کہ جنگ میں ایسا ہو ہی جایا کرتا ہے لیکن طالبان کی اس معاملے میں ٹال مٹول اور غیر ذمہ دارانہ بیانات نے ان کی اخلاقی ساکھ کو زبردست نقصان پہنچایا۔ ایران کا اس حادثہ پر دکھ اور افسوس کا اظہار جائز اور درست تھا۔ وہ اس بات کا حق تو رکھتا تھا کہ وہ افغانستان سے غیر مشروط معافی مانگنے کا مطالبہ کرتا لیکن اپنے ملک میں اس طرح جنگی جنون پیدا کر لینا اور افواج کو سرحدوں پر بھیج دینے کا جواز نہیں تھا۔ اسے صبر و تحمل کا مظاہرہ کرنا چاہئے تھا۔ اس نے پاکستان پر الزام تراشی کے معاملے میں بھی احتیاط سے کام نہیں لیا۔ اگر ایران حزب وحدت کو ہر طرح کی امداد دیتا رہا ہے تو پاکستان کو طالبان کی مدد سے وہ کیسے روک سکتا ہے۔

بہر حال تینوں اسلامی ممالک کا فرض ہے کہ وہ دنیا کو جگ ہنسائی کا موقع نہ دیں۔ اپنے تمام اختلافات مذاکرات کے ذریعے حل کریں۔ ضد اور انا پسندی اسلام میں ناپسندیدہ افعال ہیں' بھائی چارے اور اخوت کی فضا پیدا کریں۔ ایرانی حکومت کو خاص طور پر نوٹ کرنا چاہئے کہ امریکہ کو اس سے محبت کیوں پیدا ہونا شروع ہو گئی ہے' ایرانی سفارت کاروں کی ہلاکت کا غم اسے کیوں نڈھال کر رہا ہے؟ امریکہ اسلامی دنیا کے گرد جال بن رہا ہے' اس کے سامنے ہنٹنگٹن کی تھیوری ہے۔ وہ مقابل قوتوں کو ابھرنے اور سامنے آنے سے پہلے ہی کچل دینا چاہتا ہے۔ ایران کو امریکہ کے ارادوں کو بھانپ کر ان کا کام بنا دینے کی تدابیر کرنی چاہئے۔ ایران کو اس نکتہ پر بھی غور کرنا چاہئے کہ اگر وہ افغانستان پر حملہ کرتا ہے تو دونوں کی عسکری قوت میں واضح تفاوت ہے۔ بظاہر ایران کو برتری حاصل ہے وہ افغانستان کے وسیع و عریض علاقے پر قبضہ کر لیتا ہے لیکن اس قبضہ کو برقرار کیسے رکھے گا' روس کا انجام اس کے سامنے ہے۔ افغانیوں کے مزاج سے وہ اچھی طرح واقف ہے۔ وہ کبھی نچلے نہیں بیٹھیں گے۔ ایران' جس کی معیشت اسلامی انقلاب کے بعد کچھ ایسی قابل رشک نہیں' کب تک افغانیوں کی گوریلا کارروائیوں کا مقابلہ کر سکے گا۔ امریکہ نے جو جال ایران کو پھانسنے کے لئے بچھایا

(باقی صفحہ ۱۳ پر)

شہیدانِ بالاکوٹ

—— سید نفیس شاہ صاحب ——

قبائے نور سے سج کر' لہو سے باوضو ہو کر
وہ پہنچے بارگاہِ حق میں کتنے سرخرو ہو کر
فرشتے آسماں سے ان کے استقبال کو اترے
چلے ان کے جلو میں با ادب' باآبرو ہو کر
جہانِ رنگ و بُو سے ماورا ہے منزلِ جاناں
وہ گزرے اس جہاں سے بے نیازِ رنگ و بُو ہو کر
جہاد فی سبیل اللہ نصبُ العین تھا ان کا
شہادت کو ترستے تھے سراپا آرزو ہو کر
وہ رُہباں شب کو ہوتے تھے تو فرساں دن میں رہتے تھے
صحابہؓ کے چلے نقشِ قدم پر ہُو بہو ہو کر
مجاہد سر کٹانے کے لئے بے چین رہتا ہے
کہ سر افراز ہوتا ہے وہ خنجر در گلو ہو کر
سرِ میداں بھی استقبالِ قبلہ وہ نہیں بھولے
کیا جامِ شہادت نوش انہوں نے قبلہ رُو ہو کر
زمین و آسماں ایسے ہی جانبازوں پہ روتے ہیں
سحابِ غم برستا ہے شہیدوں کا لہو ہو کر
شہیدوں کے لہو سے ارضِ بالا کوٹ مشکیں ہے
نسیمِ صبح آتی ہے ادھر سے مشکبو ہو کر
نفیسؔ ان عاشقانِ پاک طینت کی حیات و موت
رہے گی نقشِ دہر اسلامیوں کی آبرو ہو کر

مسلمانانِ ہند کا بچہ بچہ خلافت اسلامیہ کو اپنے اسلامی عقیدے کی اساس قرار دیتا تھا

اُمت مسلمہ کی بقا کا ایک ہی راستہ ہے 'قیام خلافت اور صرف قیام خلافت!

خلافت اسلامیہ : مقام اور اہمیت (۲)

تحریر : مولانا خورشید احمد گنگوہی

خلافت الٰہیہ۔ تاریخ کے آئینے میں

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نیابتی حکومت کا عہد با سعادت ۶۱۰ء سے ۶۳۲ء تک۔

خلافت راشدہ' دور اول : حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت ۶۳۲ء سے ۶۳۴ء تک۔

دورِ دوم : حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت ۶۳۴ء سے ۶۴۴ء تک۔

دورِ سوم : سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت ۶۴۴ء سے ۶۵۵ء تک۔

دورِ چہارم : سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت ۶۵۵ء سے ۶۶۱ء تک۔

خلافت اسلامیہ : خاندان بنی امیہ کی خلافت دمشق میں ۶۶۱ء سے ۷۵۰ء تک۔

☆ خاندان بنو امیہ کی خلافت اندلس میں ۷۵۶ء سے ۱۰۳۱ء تک۔

☆ عباسیوں کی خلافت ۷۵۰ء سے ۱۲۰۸ء تک۔

☆ عثمانی ترکوں کی خلافت ۱۲۹۹ء سے ۱۹۱۸ء تک۔

آپ نے غور فرمایا' حضرت محمد ﷺ کی رحلت کے بعد اسلامی مملکت میں خلافت کا ادارہ وجود میں آیا۔ خلافت راشدہ کا سنہری دور صرف تیس سال قائم رہا۔ اس عرصے میں خلافت اسلامیہ کی حدود وسیع سے وسیع تر ہوتی چلی گئیں۔ خلفائے راشدین کے بعد خلافت کا منصب بنو امیہ اور بنو عباس سے منتقل ہوتے ہوئے ترکی کے عثمانیہ خاندان تک پہنچا۔ وقت کے ساتھ ساتھ خلافت کے مراکز بھی تبدیل ہوتے رہے۔ بیسیویں صدی کے ابتدائی دور میں خلافت کا مرکز ترکی تھا۔

ہندوستان —— اور تحریک خلافت

ہندوستان کبھی بھی خلافت عثمانیہ کے ماتحت نہیں رہا تھا لیکن ہندوستانی مسلمان دنیا کے دوسرے مسلمانوں کی طرح ترکی کے ادارۂ خلافت کی شرعی حیثیت کو سمجھتے تھے۔ اس کے تقدس کی وجہ سے ترکی کے خلیفہ سے عقیدت اور جذباتی وابستگی رکھتے تھے۔ اسے اتحاد عالم اسلامی کی علامت تصور کرتے تھے۔ اسی بنا پر سلاطین دہلی کے عہد ۱۲۰۶ء تا ۱۵۲۶ء میں عباسی خلفاء کا نام خطبوں میں پڑھا جاتا اور سکوں پر کندہ کیا جاتا تھا۔ مغلوں نے یہ سلسلہ ختم کردیا۔ حضرت سلطان ٹیپو شہیدؒ نے خلیفہ کی اطاعت کا اعلان کرتے ہوئے ان سے انگریزوں کے خلاف مدد کی درخواست کی تھی۔ اس طرح ہندوستان کا ہر بوڑھا مرد' بوڑھی عورت' جوان مرد اور جوان عورت الغرض بچہ بچہ "خلافت اسلامیہ" کو اپنے اسلامی عقیدہ کی اساس قرار دیتا تھا۔ مگر بدقسمتی سے انیسویں صدی کے نصف آخر میں خلافت عثمانیہ کے استحکام میں رخنے پڑنے لگے اور رفتہ رفتہ مغربی طاقتوں نے ترکی کو "مرد بیمار" کا نام دے کر اسے اپنی بھیانک سازشوں کی آماجگاہ بنالیا۔

طرابلس پر قبضہ

۱۹۱۱ء میں اٹلی نے طرابلس پر حملہ کردیا' جو اس وقت خلافت عثمانیہ کا حصہ تھا' اور وہاں کے مسلمانوں پر مظالم کے پہاڑ توڑنا شروع کردیئے۔ برطانیہ نے بالواسطہ اٹلی کی حمایت کی' ترکی کو شکست ہوئی اور طرابلس پر اٹلی کا قبضہ ہو گیا۔ اس طرح خلافت عثمانیہ کا ایک حصہ جدا ہو گیا۔

جنگ بلقان

اکتوبر ۱۹۱۲ء میں بلقانی ریاستوں نے ترکی پر حملہ کر دیا۔ انگریز سامراج بظاہر ترکی کا دوست تھا لیکن درپردہ ترکی کے مخالفین کی مدد کر رہا تھا۔ اس سے ہندوستان کے مسلمانوں میں اشتعال پیدا ہو گیا۔ انہوں نے خلافت کی محبت سے سرشار ہو کر انگریزی مال کا بائیکاٹ کرنے کی تحریک چلادی۔ مولانا محمد علی جوہرؒ نے ترکی کی انجمن ہلال احمر کے لئے چندہ اکٹھا کرنے کی مہم چلائی اور ایک طبی وفد ترکی بھیجا گیا۔

جنگ عظیم اول

ابھی جنگ بلقان کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا تھا کہ ۱۹۱۴ء میں پہلی جنگ عظیم شروع ہو گئی۔ اس موقع پر غالب گمان یہ تھا کہ ترکی جنگ میں جرمنی اور اس کے حلیفوں کا ساتھ دے گا۔ اس صورت میں ہندوستان کے لئے بڑی مشکلات پیدا ہو سکتی تھیں۔ کیونکہ ایک طرف ان کی ہمدردیاں ترکی کے ساتھ تھیں تو دوسری طرف برطانوی حکومت تھی جس کی رعایا کی حیثیت سے اس کی مخالفت کرنا ان کیلئے مشکلات کا سبب بن سکتا تھا۔ اسلئے ہندوستان کے بعض رہنماؤں نے ترکی حکومت کو تار ارسال کئے جن میں اپیل کی گئی تھی کہ ترکی یا تو جنگ میں برطانیہ کی مدد کرے یا غیر جانبدار رہے۔ لیکن ۴/ نومبر ۱۹۱۴ء کو ترکی نے برطانیہ اور اس کے اتحادیوں کے خلاف جنگ میں شرکت کا اعلان کر دیا۔

ترکی کی جنگ میں شمولیت مسلمانوں کے لئے دو وجوہات سے بے چینی کا باعث تھی ایک تو اس لئے کہ وہ سمجھتے تھے کہ اگر جنگ میں ترکی کو شکست ہو گئی تو برطانیہ اور اس کے اتحادی خلافت کا خاتمہ کردیں گے۔ دوسرے اس لئے کہ اتحادیوں کی فتح کی صورت میں مسلمانوں کے متبرک مقامات کا تقدس بحال نہیں رہ سکے گا۔ مسلمانوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ ان دو مسائل کی بابت ہندوستان کے مسلمانوں کو واضح یقین دہانی کرائے۔ ۴/ نومبر ۱۹۱۴ء کو وائسرائے ہند نے برطانوی حکومت کی جانب سے یہ اعلان کیا کہ یہ خالص سیاسی جنگ ہے۔ حکومت نے وعدہ کیا ہے کہ مسلمانوں کے مقامات مقدسہ

کی بے حرمتی نہیں کی جائے گی۔ جنگ کا نقشہ ترکی کی شکست کو واضح کرنے لگا۔

خلافت کے تحفظ کیلئے مسلمان راہنماؤں کی جدوجہد

اس دور میں مسلم اخبارات نے مسلمانوں میں خلافت کا شعور پیدا کرنے کے لئے نہایت اہم کردار ادا کیا۔ مولانا ظفر علی خان نے اپنے مضامین اور نظموں سے ملت اسلامیہ کی یک جہتی اور برطانوی حکومت کے خلاف نفرت کے جذبات کو طوفانی رنگ دیا۔ مولانا محمد علی جوہر کے اردو اخبار "ہمدرد" اور انگریزی اخبار "کامریڈ" نے اور مولانا ابوالکلام آزاد کے اخبار "الہلال" نے خلافت کو سنبھالا دینے کیلئے ایک نئی روح پھونک دی۔ مسلمان شاعروں میں شبلی نعمانی' اکبر الٰہ آبادی اور علامہ اقبال نے خلافت کو بچانے کا ولولہ پیدا کیا۔ مولانا عبدالباری نے ایک فتویٰ پر ۵۰۰ علماء کے دستخط کرائے اور یہ فتویٰ وائسرائے کو بھیج کر اسے مطلع کیا کہ مسلمان اپنے متبرک مقامات کی بے حرمتی ہرگز برداشت نہیں کریں گے۔ اگست ۱۹۱۵ء میں مولانا عبیداللہ سندھی افغانستان تشریف لے گئے تاکہ ہندوستان میں انگریزوں کی حکومت کے خاتمہ کیلئے ان سے مدد حاصل کریں۔ دارالعلوم دیوبند کے سربراہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ حجاز تشریف لے گئے اور انہوں نے ہندوستان میں انقلاب کی ایک مفصل سکیم ریشمی رومالوں پر مرتب کی جسے انگریز ریشمی رومال سازش کا نام دیتے ہیں۔ اس سازش کا انکشاف ہوگیا اور انگریزوں نے سازش کرکے عرب مقبوضات کو آزادی کا لالچ دے کر خلافت ترکیہ کے خلاف بغاوت کرادی۔ ترک حکومت کے باغی شریف حسین نے انگریز کے ایماء پر مولانا محمود حسنؒ کو گرفتار کرکے جزیرہ مالٹا میں قید کردیا۔ ۱۹۱۶ء کے اختتام پر خلافت کے حق میں انگریز کے خلاف مظاہرہ کرتے ہوئے مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی کو گرفتار کرلیا گیا۔

مسلم رہنماؤں کا ردعمل اور خلافت کمیٹی کا قیام

قارئین کرام! بالآخر مئی ۱۹۱۹ء میں حکومت برطانیہ نے ہندوستان کے مسلمانوں سے کئے ہوئے اپنے تمام وعدوں کو پس پشت ڈال دیا۔ اس نے اعلان کیا کہ عراق اور فلسطین کا انتظام حکومت برطانیہ کے سپرد کیا جائے گا اور شام کو فرانس کی تولیت میں دے دیا جائے گا۔ اوڈلیا کو اٹلی اور سمرنا کو یونان کے سپرد کردیا جائے گا۔ تھریس اور قسطنطنیہ کو بین الاقوامی شہر بنادیا جائے گا۔ اس اعلان سے مسلمانوں میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی۔

۵/جولائی ۱۹۱۹ء کو "مسئلہ خلافت" پر رائے عامہ کو منظم کرنے اور متفقہ لائحہ عمل تیار کرنے کے لئے آل انڈیا حکومت کمیٹی کی بنیاد رکھی گئی۔ مجلس خلافت کا پہلا اجلاس ۲۳/نومبر ۱۹۱۹ء کو دہلی میں مولوی فضل الحق کی زیر صدارت منعقد ہوا جس میں گاندھی اور کئی نامور لیڈروں نے شرکت کی۔

دسمبر ۱۹۱۹ء میں مسلم لیگ' کانگریس' مجلس خلافت اور جمعیت العلماء ہند کے اجلاس بیک وقت امرتسر میں منعقد ہوئے۔ کانگریس نے خلافت کمیٹی کو اپنی حمایت کا

فکر و خیال

Can we be the next Taliban?

شباب یعقوب' کراچی

بہت سے لوگ یہ عنوان پڑھ کر چونک گئے ہوں گے اور یہ خیال ان کے ذہن میں آیا ہوگا کہ تنظیم اسلامی کس طرح پاکستان کی طالبان بن سکتی ہے۔ مجھے یہ خیال اس طرح آیا کہ میں اور میرے ایک اور ساتھی ایک روزہ پروگرام میں ایک علاقہ میں دعوتی گشت کے دوران تنظیم کا لٹریچر بانٹ رہے تھے۔ اس علاقے میں بنگلے ہی بنگلے قائم تھے اور ہر گلی کے کونے پر ایک چوکیدار بیٹھا تھا۔ ہم چوکیدار سے اجازت طلب کرتے' اسے لٹریچر دیتے۔ ہمارے اسی رویہ کو دیکھتے ہوئے ایک چوکیدار نے یہ کہا: آپ تو کسی بہت ہی اچھی جماعت کے لوگ لگتے ہو۔ ہمیں اس کی یہ بات سن کر بھی خوشی ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک ایسی جماعت سے وابستہ کیا جس کا مرکز و محور قرآن پاک ہے۔ تنظیم اسی کی دعوت پہنچانے میں سرگرم عمل ہے۔ جب ہم نماز عصر پڑھ کر مسجد سے نکلے تو فوراً یہ خیال میرے ذہن میں آیا کہ کیا ہم پاکستان کے طالبان بن سکتے ہیں؟ طالبان کی جماعت کا آغاز آج سے تقریباً 4 سال پہلے ہوا۔ یہ سب دینی مدارس میں پڑھنے والے طالب علم تھے۔ جب ان لوگوں نے دیکھا کہ افغانستان سے روسی افواج کے انخلاء کے بعد مجاہدین کی جماعتیں باہم دست وگریباں ہیں تو یہ میدان میں کود پڑے۔ شروع میں ان کی تعداد کم تھی لیکن ان کی انصاف پسندی اور عمل پسندی کو دیکھ کر بہت سی دوسری جماعتوں کے لوگ بھی ان کے ساتھ شامل ہوگئے۔ انہوں نے جو علاقے بھی فتح کئے وہاں عدل و انصاف قائم کیا۔ انہوں نے افغان عوام سے خود کو برتر نہیں سمجھا۔ افغان قوم جس کا زیور اسلحہ ہے' ان سے اسلحہ واپس لے کر مکمل امن قائم کیا۔ معاشرے میں پردے کے شرعی حکم کو نافذ کیا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی وزارت قائم کی۔ اپنی سمجھ کے حوالے سے انہوں نے شریعت کو ایک قبائلی معاشرے میں قائم کرکے دکھایا۔ اور اب تو انہوں نے شمالی اتحاد کا بہت سا علاقہ بھی فتح کرلیا ہے اور وہاں بھی لوگوں نے ان کا استقبال کیا۔ میرے اور آپ کے سمجھنے اور کرنے کی بات یہ ہے کہ ان لوگوں کو میدان میں آنے کا موقع کیسے ملا؟ دوسرے متحارب افغان گروپوں کی عاقبت نااندیشیوں کی وجہ سے! کیا آج پاکستان میں یہی صورت حال نہیں ہے؟ عام لوگ مذہبی سیاسی جماعتوں کا نام تک سننا پسند نہیں کرتے' اس لئے کہ انہوں نے پچھلے ۵۱ سالوں میں اگر ایک قدم آگے بڑھایا ہے تو دو قدم پیچھے بھی ہٹائے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کو اپنا فرقہ اور مسلک اسلام سے زیادہ عزیز ہے۔ ایک مسلک کا شخص ایک سیکولر حکومت کو تو قبول کرلیتا ہے لیکن دوسرے مسلک کی حکومت اسے گوارا نہیں۔ جن لوگوں نے اپنی زندگیوں میں' اپنی معاشرت اور معیشت میں اسلام کا نفاذ نہیں کیا تو وہ پورے ملک پر کیونکر کریں گے! عوام قول و فعل دونوں کو دیکھتے ہیں۔ طالبان نے افغان عوام کو اپنے قول و عمل سے اسلام کا نمونہ دکھایا۔ یہ بات صحیح ہے کہ افغانستان ایک جدید ملک نہیں ہے لیکن ایسے تمام ملکوں سے بہتر ہے جہاں کسی کی جان و مال محفوظ نہیں۔ لازم ہے کہ ہم رفقائے تنظیم اسلامی اپنا یہ مقصد بنالیں کہ ہمارے قول و فعل میں تضاد نہ ہو۔ لوگ ہمیں دیکھ کر یہ کہہ سکیں کہ یہ دوسروں سے الگ تھلگ نظر آتے ہیں۔ انہوں نے اسلام کو اپنے آپ پر اور گھر والوں پر نافذ کیا ہے۔ قرآنی دعوت کو ہر رفیق اپنی استطاعت کے مطابق عام کرے اور گھر والوں' عزیزوں اور دوستوں سب کے ساتھ اچھا سلوک روا رکھے اور دعوت میں حکمت کا سرا ہاتھ سے نہ جانے دے۔ اس دُنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ اور اسی کی یہ شان ہے کہ ﴿وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ﴾۔ کچھ بعید نہیں کہ پاکستان کے عوام باقی نظریات سے تنگ آکر اسلام کی طرف واپس پلٹیں اور اللہ ہمیں طالبان کی طرح یہ موقع عطا فرمادے کہ ہم بھی پاکستان میں اللہ کے دین کا بول بالا کرسکیں اور اسلام کے نظام عدل و قسط کی ایک ہلکی سی جھلک دُنیا کو دکھا سکیں۔ آمین ثم آمین۔

یقین دلایا اور خلافت کمیٹی کے پلیٹ فارم سے مسلمانوں نے خلافت کے تحفظ کے لئے ہر قسم کی قربانیاں دینے کا عہد کیا۔ خلافت کانفرنس نے فیصلہ کیا کہ یورپی رائے عامہ کو "مسئلہ خلافت" پر مسلمانوں کے موقف سے آگاہ کرنے کے لئے ایک وفد یورپ بھیجا جائے اور وائسرائے کو بھی مسلمانوں کے نقطۂ نظر سے آگاہ کیا جائے۔ ۱۹/ جنوری ۱۹۲۰ء کو اٹھارہ افراد پر مشتمل ایک وفد ڈاکٹر انصاری کی قیادت میں وائسرائے لارڈ چیمس فورڈ سے ملا۔ لیکن خلافت کمیٹی نے اس ملاقات کو غیر تسلی بخش قرار دیا اور چار مراحل پر مشتمل ایک پروگرام ترتیب دیا :

۱) خطابات واپس کردیئے جائیں۔
۲) تعلیمی اداروں اور عدالتوں کا بائیکاٹ کیا جائے۔
۳) سول ملازمتوں ' پولیس اور فوج سے استعفے دے دیئے جائیں۔
۴) ٹیکسوں کی ادائیگی سے انکار کردیا جائے۔

بس پھر کیا تھا اسلامی خلافت جو دنیا بھر کے مسلمانوں کی اجتماعی دینی قیادت تھی' کو بچانے کے لئے چوٹی کے رہنما میدان عمل میں کود پڑے۔ ہندوستان کے کونے کونے میں خلافت کمیٹی کی شاخیں قائم ہونے لگیں۔ مولانا محمد علی جوہر' مولانا شوکت علی' مولانا ابوالکلام آزاد' مولانا حسرت موہانی اور آزاد سبحانی جیسے مرکزی قائدین نے اپنی شعلہ بار تقریروں سے خلافت کے حوالے سے ہندوستان کو جذبات کا آتش فشاں بنادیا ــــــ اس تحریک نے ثابت کردیا کہ دین و سیاست کی تفریق کے غیر اسلامی تصور کی اصلاح ہو گئی ہے۔ تحریک خلافت سے انگریز کو مسلمانوں کے دینی جذبہ کی شدت کا اندازہ ہو گیا اور اس نے طے کرلیا کہ اسے ہندوستان بہرحال چھوڑنا ہوگا۔

تاریخی شواہد سے ثابت ہوتا ہے کہ حکومت برطانیہ خلافت کے مسئلہ سے مسلمانوں کی جذباتی وابستگی دیکھ کر ہندوستان کو آزادی دینے کا قطعی فیصلہ کرچکی تھی۔ تحریک خلافت دراصل اتحاد اسلامیہ کی تحریک تھی۔ اس تحریک نے مسلمانان ہند میں جداگانہ تشخص کو بیدار کرنے میں نہایت اہم کردار ادا کیا جو بالآخر قیام پاکستان کی بنیاد بنا۔

قارئین کرام! آج بھی عالم اسلام کے تمام مسائل کا حل صرف اور صرف "مسئلہ خلافت" کو عملی شکل دینے میں ہے۔ پورا عالم اسلام کافرانہ فلسفوں کا شکار ہو کر طاغوتی نظریات کے تحت حکومت کر رہا ہے۔ جمہوریت' ملوکیت اور کمیونزم کے غیر اسلامی نظام ہائے حکومت کو رواج دے کر نام نہاد مسلم حکمران کفار کے ایجنٹ بنے ہوئے ہیں۔ اور مسلمانوں پر حکومت کرکے نہ صرف کفار کے مقاصد کو پورا کر رہے ہیں بلکہ انہوں نے پورے عالم اسلام کو جنگ در جنگ کا مظہر بنا رکھا ہے۔

غور کرو! آج امریکہ خلیجی ریاستوں میں کیا گل کھلا رہا ہے۔ کاش! ہم امریکہ کو گریبان سے پکڑ کر یہ باور کرا سکتے کہ جیسے ہم کسی آزاد اور خود مختار ریاست پر کسی ملک کو زبردستی قبضہ کرنے کی اجازت نہیں دے سکتے ویسے ہی امریکہ کو بھی ہرگز یہ حق نہیں دیں گے کہ وہ متنازعہ علاقوں میں اپنی مرضی کے فریق کی مدد کرنے کے بہانے از خود وہاں پہنچ کر ان کے تمام وسائل نچوڑ کرلے جائے اور پورے مسلم خطے کو خوفناک جنگ کے خطرے سے دوچار کرکے مسلمان آبادی پر موت کے سائے پھیلا دے ــــ اسے کس نے یہ حق دیا ہے کہ وہ اپنے خطرناک اسلحہ ' نئے ٹینک ' جدید طیاروں اور نئے ہیلی کاپٹروں کی کارکردگی کا جائزہ لینے کیلئے مسلمانوں کی مقدس سرزمین کا انتخاب کرے۔

امریکہ کو بین الاقوامی عدالت انصاف کا ایساجج کس نے مقرر کیا ہے جو از خود مقدمات درج کرے' خود تحقیقات کرے' خود فیصلہ سنائے اور خود ہی اپنے فیصلوں پر عملدرآمد کرانے کیلئے اپنی طاقت کے بل بوتے پر چڑھ دوڑے۔

قارئین کرام! یہ ہیں آج کے حالات۔ اگر آج خلیفہ المسلمین کا مبارک اور مسعود وجود ہوتا تو وہ بتاتا کہ ظالم کون ہے اور مظلوم کون؟ مگر آج فتویٰ امریکہ دے رہا ہے کہ عراق جارح ہے۔ لیکن یاد رکھو! اس کی جارحیت مسلمانوں کا اندرونی معاملہ تھا۔ امریکہ کی اتحادی

(باقی صفحہ ۱۳ پر)

افکار معاصر

ایران' افغانستان کے زمینی حقائق کا ادراک و اعتراف کرے

جہاں تک افغانستان کے حوالے سے پاکستان اور ایران کے باہمی تعلقات کا معاملہ ہے تو ہمارے نزدیک اس حوالے سے وہ طرز عمل نہایت دانش مندانہ' پر از حکمت اور نتیجہ خیز تھا جو سوویت سرخ افواج کے قبضے کے دور میں مرحومین آیت اللہ روح اللہ خمینی اور جنرل ضیاء الحق نے اختیار کر رکھا تھا۔ ان کی قیادت میں پاکستان اور ایران دونوں نے سوویت اقدام کی سخت ترین الفاظ میں مذمت کی تھی۔ افغان مہاجرین کو اپنے ملک میں پناہ دی تھی۔ تحریک مزاحمت برپا کرنے والی افغان تنظیمات کے نصب العین کو سیاسی سفارتی اور بھرپور اخلاقی و عملی حمایت فراہم کی تھی۔ چونکہ اس جنگ میں امریکہ پاکستان کے راستے افغان مزاحمتی تنظیمات کو مدد بہم پہنچا رہا تھا جبکہ یہ ایران اور امریکہ کے درمیان سخت دشمنی کا دور تھا' اس صورتحال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سوویت قائد گوربا چوف نے آیت اللہ خمینی کو باقاعدہ خط لکھا اور پس پردہ سفارتی روابط کے ذریعے ان سے "امریکہ کے حمایت یافتہ گوریلاؤں" کے خلاف تعاون کے طلبگار ہوئے لیکن آیت اللہ خمینی نے خالصتاً اصولی بنیادوں پر اور برادر مسلمان ملک افغانستان کو غیر ملکی فوجوں کے ناجائز قبضے سے نجات دلانے کے اسلامی نصب العین کے تحت سوویت یونین کو کسی قسم کی کوئی معمولی سی رعایت دینے سے بھی انکار کردیا اور اسی اصول کے تحت پاکستان سے بھی تعاون جاری رکھا حالانکہ آیت اللہ خمینی کی امریکہ دشمنی ظاہر و باہر تھی۔ اسی طرح جب حکومت پاکستان نے جنیوا مذاکرات میں حصہ لینے اور ایران نے ان کے بائیکاٹ کا فیصلہ کیا تو اس اختلاف کے باوجود پاکستان نے ایران کو مذاکرات میں ہونے والی ہر پیش رفت سے آگاہ رکھا اور ہر قدم پر اسے اعتماد میں لیا گیا۔ یوں اس دور میں افغانستان کے مسئلے کے حل کیلئے پاکستان اور ایران کے مابین اگر کوئی اختلاف پیدا بھی ہوا تو اسے ایک حد سے آگے بڑھنے نہیں دیا گیا اور باہمی تعاون کا وسیع تر دائرہ کار اس پر حاوی رہا۔ چنانچہ ملک افغانستان سے سوویت افواج کی غیر مشروط اور پسپائی کے عالم میں واپسی پاکستان اور ایران دونوں کی برابر کی کامیابی تھی۔ سوال یہ ہے کہ دونوں ملکوں کی حکومتیں یہی طرز عمل اب کیوں اختیار نہیں کرتیں۔ ایران اگر افغانستان میں اپنے مفادات کا تحفظ چاہتا ہے (جو کہ یقیناً اس کا حق ہے) تو یہ پاکستان کا بھرپور تعاون حاصل کئے بغیر ممکن نہیں۔ لہٰذا حکومت ایران کو ہمارا مخلصانہ مشورہ یہ ہے کہ وہ اسے شیعہ سنی یا پختون اور تاجک مسئلہ بنائے بغیر افغانستان کو ایک کل کی حیثیت سے دیکھے اور وہاں کے زمینی حقائق کا ادراک و اعتراف کرے' طالبان کی حقیقت کو تسلیم کرے۔ اسی طرح طالبان کی حکومت کو ہمارا مشورہ یہ ہے کہ اب جو تقریباً پورے افغانستان پر ان کا قبضہ امر مسلمہ بن چکا ہے تو وہاں شیعہ مسلمان آبادی کے بارے میں اپنے نقطۂ نظر میں حقیقی وسعت پیدا کریں۔ انہیں ان کی آبادی کے تناسب کے مطابق اپنی اسلامی ریاست کے اندر برابر کے حقوق دیں۔ اسی طرح طالبان کا یہ بھی فرض ہے کہ تاجک ازبک آبادیوں کے اندر اعتماد کی فضا پیدا کریں۔ انہیں وہ مقام اور مرتبہ دیں جو افغانستان کی تاریخ میں انہیں ہمیشہ سے حاصل رہا ہے۔ ان کے ساتھ طالبان کے رویئے سے یہ ہرگز مترشح نہیں ہونا چاہئے کہ طالبان پختون ہیں اور اکثریتی آبادی سے تعلق رکھتے ہیں جبکہ باقی سب اقلیتیں۔ یہ غیر اسلامی طرز عمل ہے انہیں اسے اپنے شعور کی آخری تہہ سے بھی کھرچ کر باہر پھینک دینا چاہئے۔ (بشکریہ ہفت روزہ "زندگی" لاہور)

شادی نہ کرنا مادہ پرستانہ تہذیب و ثقافت کا ایک فطری مظہر ہے

کمیونسٹ روس میں جنسی آزادی کے منفی تجربے کے بعد شادی کے بندھن کو از سرنو بحال کرنا پڑا

عیسائیت میں تعدد ازدواج پر پابندی کے قانون کی وجہ سے بے قید جنسی تسکین کا رجحان اب بھی موجود ہے

"مجرد" رہنے کے تصور کی بنیاد کا تذکرہ کلیسا کی اولین روایات میں نہیں ملتا!

اسلام میں شادی بیک وقت مذہب اور سماج کی علامت ہے

تحریر: علی جاہ عزت بیگووچ 'صدر بوسنیا

شادی کا ادارہ انسانیت کی طرح قدیم ہے اور آج بھی اس پر بحثیں جاری ہیں۔ الہامی دین پاکبازی کا مطالبہ کرتا ہے جبکہ مادہ پرستانہ نظام مکمل جنسی آزادی کی اجازت دیتا ہے لیکن دونوں تعلیمات اپنے نفاذ کے دوران بہت سی مشکلات کا شکار ہوئیں اور انہوں نے "شادی" کو درمیانے راستے کے طور پر تسلیم کرلیا۔

حقیقی عیسائیت میں شادی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ مسیح علیہ السلام نے مکمل پاکیزگی حاصل کرنے کی تلقین کی۔ "تم لوگوں کو زنا کرنے سے منع کیا گیا تھا اور میں تم سے کہتا ہوں تم میں سے جو کوئی کسی عورت کی طرف اس ارادے سے نظر ڈالتا ہے اس نے اپنے دل میں زنا کا ارتکاب کرلیا"۔ ان الفاظ کا صرف یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ مسیح علیہ السلام کی تعلیمات کے مطابق ہر شخص پاکیزگی کی زندگی اختیار کئے رکھے۔ ٹالسٹائی لکھتا ہے "جو لوگ یقین رکھتے ہیں کہ شادی کی رسم انہیں پاکباز رہنے کی ذمہ داری سے آزاد کردیتی ہے تاکہ اس طرح وہ حیا کے اعلیٰ ترین مدارج تک پہنچ سکیں 'وہ غلط ہیں"۔ سینٹ پال اپنے خطوط میں سے ایک میں اشارہ کرتا ہے "غیر شادی شدہ لوگ اس پریشانی کا شکار ہوتے ہیں کہ خدا کو کس طرح خوش رکھا جائے 'شادی شدہ لوگ اس غم کا شکار رہتے ہیں کہ اپنی بیوی کو کس طرح خوش رکھا جائے"۔

عمومی طور پر عیسائیت شادی کو ناگزیر برائی قرار دیتی ہے جس کو تکمیل ذات کا مرتبہ حاصل کرنے کے لئے متروک کیا جانا ہی اچھا ہے۔ بشر کے لئے بہتر ہے کہ وہ عورت کو نہ چھوئے لیکن بدکاری سے بچنے کے لئے مرد کیلئے عورت اور عورت کے لئے مرد ہونا چاہئے۔ اس خط میں ہمیں عیسائیت کے واضح اصول ٹوٹتے اور حقیقت کے قریب پہنچتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ ایک طرح سے یہ "مفاہمت" ہے۔ مسیحی نقطہ نظر سے شادی کسی اصول پر مبنی حل نہیں ہے 'بلکہ یہ ایک عمل ہے جس پر مجبور کیا جاتا ہے (..... زناکاری کو روکنے کیلئے..... سینٹ پال)۔

مادہ پرستی بھی متاہل زندگی اختیار کرنے سے روکتی ہے لیکن اس کے مقاصد الگ ہوتے ہیں "انفرادی شادی کا مطلب یہ ہے کہ ایک جنس دوسری جنس کی ماتحت ہو جائے"۔

مردوں اور عورتوں کے درمیان گہری دشمنی کا آغاز شادی کے بعد پیدا ہونے والے مسائل مثلاً ملک کی تقسیم وغیرہ سے ہوا۔ ذرائع پیداوار کو عوامی ملکیت میں دینے کے بعد واحد خاندان معاشرے کی اقتصادی وحدت نہ بنا رہا۔ خانہ داری سماجی صنعت میں تبدیل ہو جاتی ہے اور بچوں کی نگرانی اور ان کی تعلیم ایک قومی معاملہ بن جاتا ہے۔ معاشرہ تمام انسانوں کی طرف سے ایک ہی رویہ اختیار کرتا ہے چاہے وہ بچے جائز طور پر پیدا ہوئے ہوں یا ناجائز طور پر۔ یہ چیز نتائج کی فکر سے محفوظ بنادیتی ہے اور یہ فکر آج کے دور کا سب سے بڑا سماجی اخلاقی بلکہ اقتصادی مسئلہ بنی ہوئی ہے جو ایک لڑکی کو اس بات سے روکتی ہے کہ اپنے آپ کو مکمل طور پر اس شخص کے حوالے نہ کرے جس سے وہ محبت کرتی ہے۔ کیا یہ چیز زیادہ مناسب نہ ہوگی کہ بے قید اختلاط کو بتدریج پروان چڑھایا جائے اور اس کے ساتھ زیادہ باشعور عوام پیدا کی جائے جو کنواری کی عصمت اور "عورت کی حیا" کو سمجھ سکے۔

دنیا کے بارے میں عیسائیت کے نظریئے اور اس کے حیا کے نظریئے میں ایک واضح تعلق موجود ہے۔ مغرب میں مادہ پرستانہ سوچ سے اتفاق رکھنے والے ایسے اہل علم موجود ہیں جن کا خیال ہے کہ ردعمل کے معاشی نظاموں اور جنسی دباؤ میں گہرا تعلق ہے۔ ولہم ریخ، ٹراٹسکی اور "فرینکفرٹ سکول" کا تعلق انہی نظریات والوں سے ہے۔ ہربرٹ مرکیوس کہتا ہے کہ سرمایہ داری انسان کی جنسی قوت کو دبا دیتی ہے تاکہ اس قوت کو دوسرے میدانوں میں استعمال کیا جاسکے۔

مجرد رہنے کے تصور کی بنیاد نہ تو خدا کے احکامات پر مبنی ہے نہ کلیسا کی اولین روایات ہی میں اس کا تذکرہ ملتا ہے۔ تاہم شادی نہ کرنا مادہ پرستانہ ثقافت کا ایک فطری عنصر ہے۔ آخری ویٹی کن اجلاس میں کوشش کی گئی کہ ترک شادی کی رسم کا خاتمہ ہو لیکن یہ کوشش ابتدا ہی میں ناکام ہوگئی۔ حقیقت میں ان اصولوں کو مکمل طور پر کبھی بھی نہ سمجھا جاسکا۔ انتہائی محدود لوگوں کی مختصر تعداد ترک دنیا اور ترک ازدواج پر یقین رکھتی ہے جب کہ سوویت یونین میں جنسی آزادی کے منفی تجربے کے بعد شادی کے ادارے کو از سرنو شروع کیا گیا۔

شادی کے ادارے کی طرف رجوع دونوں صورتوں میں موجود ہے 'لیکن ان کا آغاز الگ الگ نکات سے ہوتا ہے۔ مسیحیت مکمل حیا کے مطالبے سے آغاز کرتی ہے اور مادہ پرستی مکمل جنسی آزادی کے مطالبے سے شروع ہوتی ہے۔ اس طرح عیسائیت شادی کو ایک مقدس ضابطے میں بدل دیتی ہے 'جبکہ مادہ پرستی شادی کو ایک معاہدہ بنادیتی ہے اور کبھی کبھار یہ ضابطہ بہت سے ضابطوں کا پابند ہوتا ہے۔ روس میں شادی کا قانون اس کی واضح دلیل ہے۔ لیکن کیتھولک اور سول شادی کے ضابطوں میں بہت سے اختلافات ہیں اور اس میں سب سے اہم پہلو طلاق کا ہے۔ اگر شادی ایک مقدس رشتہ ہے تو اس مقدس رشتے کو توڑنا

نہیں چاہئے کیونکہ یہ اگر ٹوٹ گیا پھر تو یہ معاہدہ ہوا مقدس رشتہ تو نہ ہوا۔ اسی طرح اگر شادی کے معاہدے کو فسخ کرنے کا کوئی راستہ نہ ہو تب تو شادی ایک معاہدہ نہ رہا' بلکہ عجیب و غریب قسم کا جبر بن گیا۔

اسلامی ازدواج نے ان دونوں قسم کی شادیوں کو یکجا کر دیا۔ یورپی نقطۂ نظر سے اسلامی شادی مذہبی اور معاشرتی مظہر ہے۔ یہ بیک وقت سماجی بھی ہے اور مذہبی و روایتی بھی۔ یہ رسم "مولوی صاحب" کی موجودگی میں ادا کی جاتی ہے جو حکومت کا نمائندہ بھی ہوتا ہے۔ اسلامی شادی کو توڑا بھی جاسکتا ہے کیونکہ یہ ایک معاہدہ ہے' لیکن طلاق کی اجازت اسی وقت ہو گی جب اس کے لئے مضبوط دلائل ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے "طلاق کو حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ" قرار دیا ہے۔ اس سے اسلام کی اخلاقی اور مذہبی تعلیمات کا اندازہ کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ اس لئے شادی ایک نمونے کا اسلامی ادارہ ہے۔ اسلام میں شادی کا ادارہ اس سوال کا جواب فراہم کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ کس طرح انسان کی روحانی ضروریات اور جسمانی ضروریات کا حل پیش کیا جائے۔ محبت کا انکار کئے بغیر پاکی کے راستے پر کس طرح چلا جائے اور ایک ایسے جانور کی صنفی خواہش کو کس طرح قابو میں لایا جائے جو فرشتہ تو نہیں بن سکتا تاہم آدمی بن سکتا ہے۔ یہ بلند نصب العین خالصتاً اسلامی ہے۔

شادی کو انصاف پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ یہ ادارہ مسیحیت کے اقدامات کی نسبت زیادہ حق اور سچائی فراہم کر سکتا ہے کیونکہ مسیحیت نے پاکبازی اور عالمگیر محبت کا نعرہ دیا ہے۔ ٹالسٹائی نے ان تمام حقائق کو سمجھا' لیکن اس سے بالکل متضاد نتائج اخذ کئے۔ وہ لکھتا ہے

"کیونکہ خالص مسیحی تعلیمات میں شادی کے ادارے کی کوئی بنیاد نہیں ہے اس لئے ہماری مسیحی دنیا کے لوگ اس تعلق کو دریافت کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ ادارہ اپنی نوعیت کے ساتھ خالص مسیحی ہے۔ وہ مسیحؑ کی مثالی زندگی کی طرف نہیں دیکھتے جو صنفی پاکیزگی کی مثال ہے جبکہ موجودہ عقیدے میں اس کو پس پشت ڈال دیا گیا ہے۔ وہ قومیں جن کی اخلاقی تعلیمات درجے میں عیسائیت کی تعلیمات سے بھی فروتر ہیں ان میں قحبہ گری اور ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے اور ایک سے زیادہ شوہر رکھنے کے رجحان کے بارے میں کچھ ضابطے ہوتے ہیں۔ لیکن عیسائیت میں تعدد ازدواج کی انہی پابندیوں کے سبب بہت سی داشتائیں اور بہت سے مردوں کے ساتھ جنسی تعلق قائم رکھنے کا طویل رجحان رہا ہے"۔

تعارف وتبصرہ

نام کتاب : قادیانیت سے اسلام تک
تحقیق و ترتیب : محمد متین خالد
صفحات : 563 قیمت : 200 روپے
ناشر : عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت' حضوری باغ روڈ ملتان
تبصرہ نگار : نعیم احمد خان

مسلمانوں کے دورِ عروج کے بعد متعدد فتنے اُٹھ کھڑے ہوئے جن میں قادیانی فتنہ میں دورِ زوال کی پیداوار ہونے کے باعث غلامانہ ذہنیت کے تمام عناصر پائے جاتے ہیں۔ انکارِ ختم نبوت سے مسلمانوں کے اس ہمیشہ سے متفق علیہ و مجمع علیہ اعتقاد کو نقصان کے ذریعے اسلام کی بلند و بالا عمارت کے انہدام کی نام نہاد کوشش پر مبنی یہ فتنہ کس قدر معاندانہ' منافرت پر مبنی اور اسلام دشمن ہے' اس کا اندازہ لگانے کے لئے یہی کافی ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے ازلی دشمن یہود کے قادیانی اس قدر چہیتے ہیں کہ اسرائیل میں' جہاں یہودیت کے علاوہ کسی بھی اور مذہب کی ترویج و اشاعت کی مکمل پابندی ہے' انہیں اپنے عقائد و نظریات اور تعلیمات کی نشر و اشاعت کے تمام ممکنہ اور جدید وسائل مہیا کئے گئے ہیں۔

اسلام دشمن عناصر کے پیدا کردہ اس فتنہ کی بیخ کنی کے لئے روز اوّل سے ہی "ہر فرعون را موسیٰ" کے مصداق مجاہدین تحفظ ختم نبوت دل و جاں سے خدمات انجام دے رہے ہیں اور کئی ایک انفرادی و اجتماعی مساعی کی جا رہی ہیں' جن میں "عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت" کو ممتاز مقام حاصل ہے جس کے کارکن قادیانیت کی بُو تک کے خاتمہ کے لئے ہر آن اور ہر لمحہ مستعد رہتے ہیں۔ ردِ قادیانیت کے ضمن میں یہ ادارہ کئی ایک مستند و مبسوط کتب' رسائل اور پمفلٹ شائع کرنے کے علاوہ ماہانہ جرائد بھی شائع کرتا ہے۔ اس ادارہ کے دیگر جگمگاتے ستاروں میں محمد متین خالد کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ موصوف "قادیانیت سے اسلام تک" سے قبل "قادیانیت ہماری نظر میں" اور "ثبوت حاضر ہیں" بھی لوحِ ذہن سے صفحۂ قرطاس پر منتقل کر کے استفادۂ عام کے لئے پیش کر چکے ہیں۔ "ثبوت حاضر ہیں" میں انہوں نے قادیانی عقائد و افکار اور عزائم و تعلیمات کو قادیانیوں ہی کی مستند کتب' اخبارات و جرائد اور قائدین کے بیانات کی روشنی میں مرتب کیا ہے۔ اور تمام دستاویزی و عکسی شہادتوں سے قادیانیت کا شر انگیز اور فتنہ ساز چہرہ بے نقاب کیا ہے۔

زیرِ تبصرہ کتاب "قادیانیت سے اسلام تک" اُن سعید روحوں کی فریب خوردہ قادیانیت کے چنگل سے توبۃ النصوح کی داستان ہے جو اَلنَّاسُ كَالْمَعْدِنِ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ کے مصداق جب تک قادیانی ٹولہ کی فریب کاریوں اور بدمستیوں کا شکار رہے تب بھی مفکرین و قواد کا ہراول دستہ سمجھے جاتے تھے اور جب قادیانیوں کی سیاہ کاریوں سے تائب ہوئے تو آسمان ہدایت کے جگمگاتے ستارے بن کر رد قادیانیت کے شاہین مجاہد بنے۔ قادیانیت کے دارالکفر سے نجات پا کر ان مجاہدوں نے وہ تمام حقائق پوری تفصیل سے ظاہر کئے ہیں جو نام نہاد قادیانیت کے پس پردہ اسلام اور مسلمانوں سے لاتعلقی بلکہ عداوت' منافرت اور خلافِ اسلام خفیہ سازشوں پر مبنی ہیں۔ اور رد قادیانیت پر جامع و مبسوط کتب کے علاوہ قادیانیت کی اندرونی داستان پر مبنی کئی ایک مختصر کتابچے بھی ضبط تحریر میں لائے۔ ان مجاہدین میں سے جو باحیات ہیں وہ اب بھی ملک و ملت کی بھلائی اور رد قادیانیت کے لئے دن رات مصروف خدمت ہیں۔ چنانچہ ان مسعود شخصیات کی تحریروں' انٹرویوز اور آپ بیتیوں کا یہ مجموعہ وہ صاف و شفاف آئینہ ہے جس میں قادیانیت کی بھدی تصویر کے بدنما داغ بالکل عیاں ہو جاتے ہیں۔

کتاب کے شروع میں معروف اہل قلم و علمائے کرام کے تعارفی مضامین درج ہیں۔ اس کے بعد اُن حضرات کے تجربات درج ہیں جو "گھر کے بھیدی" کی حیثیت میں قادیانیت کی "لنکا ڈھاتے" ہیں۔ ان میں مولانا لال حسین اختر' زیڈ اے سلہری' مرزا محمد سلیم اختر' بشیر احمد مصری (برطانیہ)' ملک محمد جعفر خان' سیف الحق (جرمنی)' م۔ب خالد' شفیق مرزا' مرزا محمد حسین' ریٹائرڈ ایئر کموڈور رب نواز' میجر جنرل ریٹائرڈ فضل احمد' بریگیڈیئر ریٹائرڈ نواز خان' حسن محمود عودہ (فلسطین)' احمد یار ہادی (انڈونیشیا)' ڈاکٹر عبدالحمید خان پٹیالوی' ڈاکٹر عبداللہ خان اختر جتوئی بلوچ' محمد صالح نور' ڈاکٹر حافظ فداء الرحمٰن' پروفیسر ڈاکٹر اسماعیل (اباداں نائیجریا)' رشید احمد خالد' محمد اسماعیل بھاگل پوری' محمد اللہ وسایا ڈیروی' عزیز احمد ٹھیکیدار' محمد رفیق باجوہ' بشریٰ باجوہ' مولانا عبدالکریم مباہلہ اور ابوالسیف عتیق الرحمٰن شامل ہیں۔

راہ ہدایت کے طالبین کے لئے یہ کتاب انمول تحفہ ہے۔ قادیانی فتنہ کی شرانگیزیوں' فتنہ سامانیوں اور اسلام دشمنیوں سے آگاہی کے لئے مینارۂ نور اور ہر خاص و عام کے لئے یکساں مفید ہے۔ یہ بیش قیمت دستاویز ہر مسلمان گھرانے اور لائبریری کی ناگزیر ضرورت اور خود پڑھنے اور دوسروں کو دینے کے لئے نادر تحفہ ہے۔

پاکستان، نفاذ اسلام اور ہندو دانشور

ایک پاکستانی صحافی، محمد اصغر علی سے ایک ہندو دانشور چترویدی کی گفتگو

جس میں اہل پاکستان کے لئے عبرت اور چشم کشائی کا بڑا سامان ہے

موجودہ حکومت نے پچھلے ہفتے شریعت کے نفاذ کے لئے جو بل پیش کیا ہے، اس حوالے سے وطن عزیز کے مختلف حلقوں کی جانب سے کافی لے دے ہو رہی ہے۔ راقم نہ تو آئینی معاملات کا ماہر ہے اور نہ دینی سکالر ہونے کا دعوئی دار۔ لہٰذا اس بارے میں خود کچھ کہنے کی پوزیشن میں نہیں مگر ہمارے ہاں غیروں کے کہے ہوئے کو ہر معاملے میں مستند ماننے کی روایت رہی ہے۔ اس لئے بھارت میں گزارے طویل دور اسیری کے دوران ہندو زعماء نے قیام پاکستان اور نفاذ اسلام کے سلسلے میں وقتاً فوقتاً جن خیالات کا اظہار کیا وہ پیش خدمت ہیں۔

اگست ۱۹۷۳ء میں گرفتاری کے بعد تین ماہ سے میں جسمانی ریمانڈ پر چل رہا تھا۔ مختلف تفتیشی مراکز سے ہوتے ہوئے اکتوبر میں مجھے دہلی کے تاریخی لال قلعے میں واقع سی بی آئی کے ہیڈ کوارٹرز لے جایا گیا۔ وہاں چند ماہ تہہ خانے میں واقع ایک کال کوٹھڑی میں رکھنے کو "سادھو رام" نامی انسپکٹر وارد ہوا اور مجھے کہا "چلو! تمہیں ہمارے ایس پی ڈاکٹر "چترویدی" نے طلب کیا ہے"۔ "ڈاکٹر" سن کر مجھے قدرے حیرت ہوئی تو انسپکٹر بولا "جی ہاں چترویدی" صاحب نے پی ایچ ڈی کر رکھی ہے اور پاکستان اور اردو زبان کے بارے میں ان کی معلومات کا یہ حال ہے کہ یہ بات بجا طور پر کہی جاسکتی ہے کہ اس بابت کسی بات کا علم "چترویدی" کو نہیں وہ بات اس قابل ہی نہیں کہ اسے جانا جائے۔ مذکورہ افسر کی اتنی تعریف سن کر میری حیرت میں مزید اضافہ ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد مجھے پچاس پچپن سالہ شخص کے دفتر میں پیش کیا گیا۔ سادہ کپڑوں میں ملبوس اکہرے بدن کا یہ شخص بظاہر کافی شائستہ لگ رہا ہے۔

"سادھو رام" سے سلیوٹ کرتے ہوئے بولا "سر! یہ پاکستانی حاضر ہے"۔ چند لمحے مجھے بغور دیکھنے کے لئے اس نے انسپکٹر سے کہا "اس کی ہتھکڑی کا سرا دیوار میں لگے کڑے میں لاک کر دو! اور خود باہر بیٹھو"۔ اب ایس پی مہاراج نے گویا میرا انٹرویو لینا شروع کر دیا۔ میری بیان کردہ کہانی کی جزئیات اس نے بڑے تحمل سے سنیں۔ البتہ کئی جگہ دلائل سے مجھے غلط ثابت کرنے کی کوشش کی۔ میں نے محسوس کیا کہ برین واشنگ میں وہ خاصا ماہر ہے کیونکہ وہ تھوڑی ہی دیر میں اپنے رویئے سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ مجھ سے برسوں کی شناسائی ہے۔

اس کے سوالات کے بعد میں نے ہمت کر کے اس سے پوچھا کہ اسے پاکستان کے بارے میں اس قدر جانکاری کیسے حاصل ہوئی؟ اس نے بتایا کہ پی ایچ ڈی میں اس کے مقالے کا عنوان تھا "کیا پاکستان موجودہ شکل میں اکیسویں صدی میں داخل ہو پائے گا؟"۔ اس انتہائی جارحانہ عنوان پر میری نظروں نے خاموش احتجاج کیا۔ جسے محسوس کر کے وہ بولا یقیناً یہ بات تمہیں بری لگی ہے اور لگنی بھی چاہئے لیکن میں یہ وضاحت کر دوں کہ یہ مقالہ میں نے نومبر ۱۹۶۸ء میں مکمل کر لیا تھا اور جنوری ۱۹۶۹ء میں یونیورسٹی نے مجھے ڈاکٹریٹ کی ڈگری دے دی تھی، تب تک مشرقی پاکستان میں علیحدگی کی تحریک نے کوئی ٹھوس شکل اختیار نہیں کی تھی۔ لہٰذا تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ میری اس تحقیق کی بنیاد کوئی وقتی بحران بنا تھا، بلکہ میں نے اپنی ریسرچ کے دوران تحریک پاکستان اور قیام پاکستان کے بعد کے تمام عوامل کا گہرائی سے جائزہ لیا ہے۔ مثلاً پہلی بات تو یہ ہے کہ ۱۸۵۷ء تک مسلمان قوم (برائے نام ہی سہی) دہلی کے تخت و تاج کی مالک تھی۔ لہٰذا محض نوے سال غلام رہنے کے بعد نسبتاً آسانی سے تمہیں آزادی مل گئی جس کی وجہ بحیثیت قوم تم کو آزادی کی صحیح قدر و قیمت کا شعور نہیں۔ دوسری جانب ہندوؤں کو ہزار سالہ غلامی کے بعد آزادی ملی اس وجہ سے ہندو خواص و عوام کے نزدیک اس کی زیادہ اہمیت ہے۔ میرا دوسرا نکتہ یہ ہے کہ آزادی سے قبل کانگرس کا ہوم ورک زیادہ تھا، اور اس کے ذہن میں پہلے سے تمام تر امکانات موجود تھے جبکہ حصول پاکستان محض دو شخصیتوں اقبال و جناح کی ذاتی مساعی کا نتیجہ تھا اور قیام پاکستان کے تھوڑے ہی عرصہ بعد قائداعظم کی وفات کے بعد تمہارے ہاں قیادت کا جو بحران پیدا ہوا وہ کسی نہ کسی شکل میں ہنوز جاری ہے۔ تیسری بات یہ کہ پاکستان میں قائد کی وفات کے بعد اداروں کی بجائے شخصیات کے استحکام کی کوششیں ہوتی رہیں اور پاکستان میں فوج کے علاوہ ایک بھی ادارہ مستحکم بنیادوں پر قائم نہیں مگر تم لوگ اسے بھی بدنام کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ علاوہ ازیں تمہارے ہاں خود احتسابی کی سرے سے روایت ہی نہیں۔ شخصیت پرستی اگرچہ ہندو دھرم کا حصہ ہے مگر پاکستان میں یہ عملی شکل میں موجود ہے۔ تم لوگوں کے خیال میں ہر انسان کے صرف دو ہی روپ ہوتے ہیں شیطان یا فرشتہ۔ حالانکہ ہر شخص خوبیوں اور خامیوں کا مجموعہ ہوتا ہے، یہ الگ بات ہے کہ کسی کی ذات میں خوبیوں کا پلڑا بھاری ہوتا ہے تو کہیں خامیوں کا۔ اس وجہ سے تمہارے یہاں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ اقبال اور جناح پر تنقیدی نگاہ ڈال سکے، جبکہ بھارت میں تمہیں گاندھی اور ہندو کے بارے میں تنقیدی نقطہ نگاہ سے لکھی درجنوں کتابیں ملیں گی۔ اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ آنے والے دور میں پہلے سرزد ہوئی غلطیوں سے بچا جا سکتا ہے اور گزشتہ خوبیوں پر عمل پیرا ہونے کی تحریک ملتی ہے"۔

"چترویدی" چند لمحے خاموش رہنے کے بعد بولا "تمہارے زوال کی میرے نزدیک سب سے بنیادی وجہ یہ ہے کہ تم نے دانستہ طور پر اسلام پر عمل پیرا ہونے کی سرے سے کوشش ہی نہیں کی۔ میں نے اسلام کا بڑی تفصیل سے مطالعہ کیا ہے اور مجھے یہ کہنے میں کوئی جھجک نہیں کہ اسلام دنیا کا سب سے بہترین اور قابل عمل نظام حیات ہے مگر مسلمان خصوصاً پاکستانی... اگر میں محتاط ترین الفاظ بھی استعمال کروں تو یہ دنیا کی بدقسمت ترین قوم ہے جو اتنا واضح لائحہ عمل اپنے پاس رکھنے کے باوجود اپنی ذاتی اور اجتماعی زندگی میں نافذ نہیں کر پائے حالانکہ اس میں تمام زمانوں کے مطابق قابل عمل ہونے کی وسعت موجود ہے۔

میں قدرے حیرانی سے چترویدی کو دیکھ رہا تھا، میری حیرانی کی پرواہ کئے بغیر وہ دوبارہ گویا ہوا مثلاً سیکولرازم کو ہی لے لو اس کا کتنا وسیع تصور اسلام میں موجود ہے۔ کیا قرآن یہ تعلیم نہیں دیتا ﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾ "دین میں کوئی زبردستی نہیں"۔ پھر رسول پاک ﷺ سے کہا گیا کہ آپ کفار سے کہہ دیں ((لکم دینکم ولی دین)) "تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین" اور کمیونزم جس کا آج بڑا شہرہ ہے۔ (واضح رہے کہ یہ گفتگو اکتوبر ۱۹۷۳ء میں ہوئی) کہ یہ غریبوں کے مسائل کا حل ہے، کیا اس نظام نے کوئی ایک بھی عمر فاروق رضی اللہ عنہ پیدا کیا۔

چترویدی کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر خاموش ہو گیا تو میں نے دھیرے سے کہا "سر! اگر آپ اسلام سے واقعی اس قدر متاثر ہیں تو خود اسلام قبول کیوں نہیں کر لیتے؟" میری بات سن کر وہ یوں مسکرایا جیسے میں نے انتہائی بچگانہ سی بات کہہ دی ہو۔ "شاید تم میری بات سمجھ ہی نہیں پائے، میں نے گفتگو کے آغاز ہی میں تمہیں کہا تھا کہ سچ کا ادراک بھی بعض اوقات بڑے مسائل کھڑے کر دیتا

(باقی صفحہ ۱۳ پر)

نفاذ شریعت کے حوالے سے طرح طرح کی آوازیں کانوں
میں پڑ رہی ہیں اور خاص طور پر چند روز قبل جب بھارتی
وزیر اعظم واجپائی نے بھی اس معاملے کو ہدف تنقید بنایا
ہے تو جانے کیوں مندرجہ بالا واقعہ ذہن میں آ گیا۔

ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں

نعیم اختر عدنان

☆ کلنٹن نواز شریف کو نفاذ شریعت سے روکیں۔ (بے نظیر کا کلنٹن کے نام خط)

○ بے نظیر صاحبہ فکر مند نہ ہوں، قرآن و سنت کی بالادستی کے نفاذ ہی سے عورتوں اور اقلیتوں کو اسلام کے عطا کردہ حقوق مل سکیں گے۔

☆ ترقی کے ثمرات غریبوں تک پہنچانے کا فیصلہ کر رکھا ہے۔ (شہباز شریف)

○ جناب عالی! مگر اس فیصلے پر عمل درآمد کا آغاز کب ہو گا!

☆ دنیا نے صدر کلنٹن جتنا "طاقتور اور بے بس" صدر کبھی نہ دیکھا ہو گا۔ (مغربی پریس کا تبصرہ)

○ ~ حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں

☆ لوگوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کا تحفظ کیا جائے۔ (ارکان اسمبلی پنجاب)

○ ارکان اسمبلی کی جانوں کا تحفظ ہی ہو جائے تو غنیمت ہے، عوام کا اللہ حافظ ہے۔

☆ ۲۳/اکتوبر کو حکومت کی رخصتی کا اعلان کر دیں گے۔ (قاضی حسین احمد)

○ "چاہے اس پر عمل ہو یا نہ ہو!"

☆ مسٹر کلنٹن! ہم سی ٹی بی ٹی پر دستخط نہیں کر سکتے! (نواز شریف)

○ پوری قوم پر آرمی چیف جنرل جہانگیر کرامت کا شکریہ ادا کرنا لازم ہے۔

☆ دہشت گردی کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ (کلنٹن)

○ اب تو امریکہ کو امت مسلمہ کے بارے میں اپنی پالیسی پر نظرِ ثانی کرنا چاہئے!

☆ سوڈان پر حملہ امریکی حکومت کی غلطی تھی۔ (امریکی حکام کا اعتراف)

○ لگتا ہے امریکہ کے صدر غلطیاں کر کے معافیاں مانگنے کی ڈپلومیسی پر عمل پیرا ہیں۔

☆ ایم کیو ایم نے حکومت کو بلیک میل جبکہ ہم سے وعدہ خلافی کی (خالد احمد کھرل)

○ "سیاست" اسی کو کہتے ہیں۔

امیر تنظیم اسلامی **ڈاکٹر اسرار احمد** کے مرتب کردہ
مطالعہ قرآن حکیم کے منتخب نصاب کے دروس پر مشتمل

الہدیٰ

COMPUTER CD

تیار کر لی گئی ہے۔ محترم **ڈاکٹر اسرار احمد** مدظلہ کے مذکورہ
دروس جو 44 آڈیو کیسٹوں پر مشتمل تھے، انہیں ایک CD میں یکجا کر دیا گیا ہے

تعارفی قیمت -/175 روپے

المعلن: ناظم شعبہ سمع و بصر مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

بقیہ: تجزیہ

ہے وہ اس سے خود کو محفوظ کرے اور اپنے معاملات افغانستان سے مذاکرات کے ذریعے طے کرے۔ افغانستان کی اسلامی حکومت کا بھی فرض ہے کہ جو غلطی اس سے سرزد ہو گئی ہے اس کی تاویلیں کرنے کی بجائے برادر اسلامی ملک سے اس کی معذرت کرے اور اسے انا کا مسئلہ نہ بنائے۔ امریکہ کو اسی علاقے میں عوام کی طرف سے جماعتوں اور تحریکوں کی زبردست مزاحمت کا سامنا ہے جسے وہ زبردستی ختم کرنے پر تلا ہوا ہے۔ لیکن اسے یہ فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ حمایت اول تو زبردستی حاصل نہیں کی جا سکتی اور اگر کر لی جائے تو سودمند ثابت نہیں ہوتی۔

بقیہ: گوشۂ خلافت

بادشاہتوں کو ہرگز یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ حدودِ حرم میں ادارۂ خلافت بحال کرنے کی بجائے واشنگٹن میں حاضری دیں، کفار سے مدد طلب کریں اور امریکی صدر کے گھر کا طواف کریں۔ کیا عالم اسلام کے تمام حکمران استعماری فلسفوں کی زد میں ہیں؟ وہ سب ابلیس کے وضع کردہ سیاسی نظاموں کے ایجنٹ ہیں؟ شاہراہ خلافت پر چلنے کی بجائے کسی اور راستے پر چل کر اپنی حکومتوں اور ریاستوں کو بچا سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں! ان کی بقا کا ایک ہی راستہ ہے قیام خلافت، قیام خلافت اور صرف قیام خلافت۔

ہے سلطنت کی آرزو تو مصطفےٰ کمال بن
ہلال کا عروج ہو صلیب کا زوال بن
ضعیف اگر نظر پڑے رسولؐ کا جمال بن
اگر قوی ہو سامنے تو قہر ذوالجلال بن
خدا کے آگے سر جھکا کہ سرکشوں کا سر جھکے
فضا ستم گروں کی ہو ستم زدوں کی ڈھال بن
وطن کے ساتھ دین بھی اگر عزیز ہے تجھے
جو بن گیا ہے پہلوی تو ساتھ ہی بلال رضی اللہ عنہ بن
قلم سے کام تیغ کا اگر کبھی لیا نہ ہو
مجھ سے سیکھ لے یہ فن اور اس میں بے مثال بن

بقیہ: مقابل ہے آئینہ

ہے۔ تمہارے سوال کا جواب اس میں موجود ہے، میں کتنی دیر بت بنا اس "ہندو" ایس پی کی گفتگو کے آئینے میں اپنے چہرے کی سیاہیاں تلاش کرتا رہا اور اس کے سامنے مجھے اپنے قد کی کوتاہی کا شدید احساس ہو رہا تھا۔ آج جب

حلقہ پنجاب غربی کی نفاذ شریعت ریلی

تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب غربی کے زیر اہتمام ۱۳/ ستمبر کو نفاذ شریعت ریلی کا انعقاد ہوا۔ بعد نماز ظہر صادق مارکیٹ سے ریلی کا آغاز ہوا۔ شرکاء نے بینرز اور بورڈ اٹھا رکھے تھے، جن پر مختلف نعرے درج تھے۔ ریلوے روڈ سے یہ قافلہ منظم شکل میں سرکلر روڈ پہنچا۔ یہاں سے کچہری بازار میں داخل ہو کر قافلے کے شرکاء چوک گھنٹہ گھر پہنچے یہاں ناظم بیرون پاکستان ڈاکٹر عبدالسمیع نے خطاب کیا۔

انہوں نے کہا کہ شریعت کے نفاذ کا مطلب عدل اجتماعی کے نظام کا قیام ہے لیکن آج کچھ عناصر نے لوگوں کے ذہنوں میں نفاذ شریعت کے متعلق مختلف شکوک و شبہات پیدا کر دیئے ہیں۔ خاص طور پر ترقی پسند خواتین اس معاملہ میں بڑی غلط فہمی کا شکار ہیں۔ ڈاکٹر عبدالسمیع نے کہا کہ شریعت کے نفاذ سے ہی خواتین کے حقوق کا تحفظ ہو سکے گا اور انہیں معاشرے میں باوقار مقام حاصل ہو گا۔

امیر حلقہ محمد رشید عمر نے اپنے خطاب میں کہا کہ حکومت کی طرف سے نفاذ شریعت کا اعلان خوش آئند ہے لیکن اس اعلان نے قوم کو دو گروہوں میں بانٹ دیا ہے۔ کچھ لوگ اس کی حمایت کر رہے ہیں اور کچھ مخالفت۔ شریعت بل کا پہلا حصہ قابل تحسین جبکہ دوسرا حصہ جو دفعہ ۲۳۹ پر مبنی ہے "قوم کے ذہنوں میں حکمرانوں کے متعلق غلط فہمیاں پیدا کر رہا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حکومت اختیارات کا ارتکاز چاہتی ہے۔ حکومت کو لازمی طور پر چاہئے کہ دفعہ ۲۳۹ کو شریعت بل سے علیحدہ کر دے۔ امیر حلقہ نے کہا کہ نفاذ شریعت کے اعلان کے بعد حکومت کی طرف سے اس سلسلہ میں کوئی واضح قدم نہیں اٹھایا گیا بلکہ بعض معاملات یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ حکومت کی نیت صاف نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر شریعت بل کو حکومت نے اپنے اقتدار کو طول دینے کے لئے استعمال کیا تو یہ عذاب خداوندی کی دعوت دینے کے مترادف ہو گا۔

انہوں نے کہا کہ حکومت کسی صورت میں بھی سی ٹی بی ٹی (CTBT) پر دستخط نہ کرے۔ اس کے بعد لامحالہ این پی ٹی (NPT) پر دستخط کرنا ہوں گے جس کا مطلب ہے کہ ہم اپنی ایٹمی ٹیکنالوجی امریکہ اور یہودیوں کی نگرانی میں دے دیں گے۔ چند بلین ڈالروں کے عوض ملک کے دفاع کا سودا کرنا اللہ کے فرمان کی خلاف ورزی ہے اور یہ نعمت خداوندی کا کفر بھی ہے جو اس نے ایٹمی ٹیکنالوجی کی صورت میں ہماری جھولی میں ڈال دی ہے۔ امیر حلقہ نے کہا کہ حکومت نے اسامہ بن لادن کے مجاہدوں کو امریکہ کی خوشنودی کے لئے گرفتار کیا ہے۔

کچہری بازار میں میاں محمد اسلم نے خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کی بنیادوں میں لاکھوں شہداء کا خون شامل ہے۔ ہم نے یہ ملک اسلام کے لئے حاصل کیا تھا مگر بدقسمتی سے ہماری منزل اسلام کی بجائے کوئی اور ہو گئی۔ ہم نے شریعت نافذ کرنے کی بجائے اس کا مذاق اڑایا اور اسلام کی خلاف ورزی کی۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں سود خوری سے منع کیا لیکن ہم نے حرام کاری اور حرام خوری کے مسلسل اڈے قائم کئے۔ صادق مارکیٹ پر آ کر یہ ریلی اختتام پذیر ہوئی۔

(رپورٹ: محمد نعمان اصغر)

گاؤں "ہیر" میں دفتر تنظیم اسلامی کا قیام

۲۰ اگست بروز اتوار کو اسرہ ہیر کرباٹھ کے زیر اہتمام بیدیاں روڈ پر واقع ہیر گاؤں میں تنظیم اسلامی کے مقامی دفتر کا افتتاح ہوا۔ افتتاحی پروگرام کے سلسلے میں نائب امیر تنظیم حلقہ لاہور جناب فیاض حکیم، ناظم تربیت رحمت اللہ بٹر صاحب اور لاہور شمالی کے امیر اقبال حسین صاحب کو خصوصی طور پر مدعو کیا گیا تھا۔ اسرہ کے تمام رفقاء مقامی دفتر میں صبح دس بجے جمع ہو گئے۔ تینوں مہمانوں کی آمد کے بعد پروگرام کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ تلاوت کلام پاک کی سعادت رفیق تنظیم عبداللطیف صاحب نے حاصل کی۔ نقیب اسرہ عبیداللہ اعوان صاحب نے اقبال حسین صاحب کو درس قرآن کی دعوت دی۔ اقبال حسین صاحب نے سورۃ صف کی آیت ۸ کا درس دیا۔

بعد ازاں رحمت اللہ بٹر صاحب نے مقامی دفتر کے حساب کم و بیش کا جائزہ لیا اور عبداللہ ثانی نے تمام رفقاء کی موجودگی میں دفتر کا چارج نقیب اسرہ عبیداللہ اعوان کو سونپا۔ پروگرام کے اختتام پر مقامی رفیق تنظیم محمد داؤد صاحب اپنے گھر پر تمام رفقاء و مہمانان گرامی کی پر تکلف ظہرانے سے تواضع کی۔ پروگرام میں شرکت کرنے والے رفقاء کے نام یہ ہیں: نقیب اسرہ عبیداللہ اعوان، محمد داؤد، ڈاکٹر ظفر اقبال، محمد خالد محمود، آس محمد میو، نذیر احمد، قاری عبدالمتین، قاری عبداللطیف، شوکت علی اور محمد شفیق

(رپورٹ: انور کمال)

تنظیم اسلامی کراچی شرقی نمبر(۱)
کا جلسۂ عام

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ نے ۶، ۷ ستمبر کو کراچی کا خصوصی دورہ کیا۔ امیر حلقہ جناب سید نسیم الدین نے گلشن اقبال میں ایک جلسۂ عام کا پروگرام ترتیب دیا۔ جلسہ کی تشہیر کے لئے محدود تعداد میں پوسٹرز، ہینڈ بل اور بینرز سے مدد لی گئی۔ جلسہ کا پروگرام ۶/ ستمبر بعد نماز عشاء طے کیا گیا۔ اسی روز صبح دس بجے ماہانہ تربیتی اجتماع کے علاوہ امیر محترم سے رفقاء کی ملاقات بھی طے تھی۔ شرقی نمبر ایک کے رفقاء نے جلسہ گاہ کے تمام انتظامات مکمل کئے۔ امیر شرقی نمبر ایک جناب نوید عمر اور ناظم جناب حنیف خان کی بھاگ دوڑ قابل رشک تھی۔ جلسہ کے آغاز سے قبل ہی ۷۵ فیصد کرسیاں بھر چکی تھیں۔ رات ۹ بج کر ۵ منٹ پر جلسہ کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ جناب زین العابدین نے سٹیج سیکرٹری کے فرائض انجام دیئے۔ تلاوت کلام پاک کی سعادت جناب قاری محمد عقیل نے حاصل کی۔ ان کے بعد جناب انجینئر نوید احمد نے نفاذ شریعت کے موضوع پر خطاب کیا۔ امیر محترم کے خطاب کے آغاز میں ہی جلسہ گاہ مکمل طور پر بھر چکی تھی۔ رفقاء اور دیگر احباب کی خاصی تعداد کرسیاں خالی کر کے دریوں پر بیٹھ گئی مگر اس کے باوجود بہت سے احباب نے کھڑے ہو کر امیر محترم کا خطاب سنا۔ خواتین کا حصہ بھی مکمل طور پر پر ہو چکا تھا۔ پریس کے نمائندے بھی موجود تھے۔ چنانچہ اگلے روز امیر محترم کے خطاب کی خبریں نمایاں طور پر شائع ہوئیں۔ امیر محترم کے خطاب کا عنوان تھا "پاکستان میں نفاذ شریعت کا درست طریقہ" انہوں نے حاضرین کو نفاذ شریعت کی اہمیت کے بارے میں بتاتے ہوئے کہا کہ اصل کام نظام کی تبدیلی کا ہے جو کہ انقلابی جدوجہد کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اگر ہم صرف اسلامی سزائیں غلط نظام میں نافذ کر دیں گے تو اس سے غلط نظام کو مزید تحفظ ملے گا لہٰذا ہر اہل ایمان پر لازم ہے کہ وہ اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے اپنا تن من دھن لگائے۔

موجودہ شریعت بل کے حوالے سے امیر محترم نے فرمایا کہ یہ وہ شریعت بل نہیں ہے جو ہم نے تجویز کیا تھا۔ اس شریعت بل کے نفاذ کے لئے تجویز کردہ طریق کار سے ضیاء الحق کے ریفرنڈم جیسی صورتحال پیدا ہو گئی ہے۔ امیر محترم نے مطالبہ کیا کہ اس شریعت بل سے دفعہ ۲۳۹ نکال دی جائے تو ہم اس بل کی تائید کریں گے۔ امیر محترم نے اپنے خطاب کے اختتام پر دعا فرمائی۔ حاضرین کی تعداد ۸۰۰ سے زائد تھی۔ (رپورٹ: محمد ارشاد)

اسرہ خویشگی حلقہ سرحد
کا دعوتی اجتماع

اسرہ خویشگی کا دعوتی اجتماع ۲۷/ اگست بعد نماز مغرب مقامی مسجد میں منعقد کیا گیا۔ راقم نے اقامت دین کی اہمیت و فرضیت کے حوالے سے کہا کہ اقامت دین ہر مسلمان کا دینی فریضہ ہے، اقامت دین یا قیام نظام خلافت کیلئے صرف سیرت نبویؐ سے اخذ شدہ طریقہ ہی کامیاب ہو سکتا ہے۔ سامعین کے سوال و جواب کے بعد دعا پر محفل اختتام پذیر ہوئی۔ (رپورٹ: خضر حیات)

تنظیم اسلامی کے ناظم اعلیٰ کا دورۂ حلقہ گوجرانوالہ

پاکستان برصغیر کے مسلمانوں کی ایک طویل جدوجہد اور اللہ تعالیٰ کی خاص حکمت اور معجزے کے طور پر معرض وجود میں آیا۔ پاکستان میں شریعت بل کا جو غلغلہ ہے وہ برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کی عظیم قربانیوں اور دینی جماعتوں کی شب و روز کی محنتوں کا نتیجہ ہے۔ شریعت اسلامی کو اگر "نظام خلافت" کا نام دیا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا۔ تنظیم اسلامی کے جواں ہمت رفقاء نظام خلافت سے لوگوں کو متعارف کرانے کے لئے دن رات مصروف کار ہیں۔ جمعرات دس ستمبر کو اسرہ گوجرانوالہ کے رفقاء نے ایک دعوتی و تربیتی پروگرام ترتیب دیا۔

ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی عبدالرزاق نے "نظام خلافت کے قیام کے امکانات" پر تفصیلاً گفتگو فرمائی' بعد ازاں سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ انہوں نے رفقاء اسرہ گوجرانوالہ سے رات گئے تک ملاقات کی۔ دوسرے روز صبح بھی رفقاء اور احباب سے مختلف موضوعات پر تبادلہ خیال ہوا جس کا مرکزی موضوع شریعت بل تھا۔

جمعہ ۱۱ ستمبر کو ناظم اعلیٰ اور راقم سیالکوٹ کیلئے روانہ ہوئے جہاں نظام خلافت کے موضوع پر جلسہ کا اہتمام کیا گیا تھا۔ بعد نماز جمعہ رفقاء سے ملاقات کی اور حلقہ ڈسکہ کیلئے روانہ ہوئے جہاں بعد نماز عصر رفقاء تنظیم سے ملاقات کی۔ بعد نماز مغرب صوبیدار بازار میں خطاب کیا۔ رات ڈسکہ میں قیام کے بعد گجرات کیلئے روانگی ہوئی۔ ناظم اعلیٰ نے گجرات میں بعد نماز مغرب ایک مسجد میں "نظام خلافت کی برکات" کے موضوع پر خطاب فرمایا۔

(رپورٹ : مقصود احمد بٹ)

امیر حلقہ سرحد و ذیلی حلقہ مالاکنڈ کا تنظیمی و دعوتی دورہ

سوات میں چوگا ایک دور افتادہ علاقہ ہے جس کے لئے ۱۹۹۰ء تک پکی سڑک بھی نہ تھی۔ جب راقم اس وقت وارث خان اور جمیل اختر خان کے ساتھ حضرت الرحمٰن کو ملنے گئے تھے۔ موصوف نے مبتدی تربیت گاہ بمقام مدین میں اپنے رفیق اور رشتہ دار محمد ارشاد کی محنت سے دس احباب کو مبتدی تربیت گاہ کرائی جس میں سے دو احباب محمد فاروق اور محمد فیاض نے تنظیم اسلامی میں شمولیت اختیار کی۔

راقم' غلام اللہ خان کے ہمراہ حسب وعدہ ۳/ ستمبر کو چوگا پہنچا۔ حضرت الرحمٰن اپنی رہائش پر روزانہ ترجمہ قرآن کی کلاس بعد نماز عشاء لیتے ہیں۔ ۳ ستمبر بعد نماز عشاء ترجمہ قرآن کی کلاس مولانا غلام اللہ حقانی نے لی۔ ۴/ ستمبر خطاب جمعہ بمقام تان خیل سے دعوتی کام کا آغاز ہوا۔ مولانا غلام اللہ خان نے فرائض دینی پر گفتگو کی۔ نماز جمعہ کے بعد سوال و جواب کی مختصر نشست ہوئی۔ نماز عصر کے لئے مقامی مسجد کا انتخاب ہوا۔ یہاں پر درس قرآن میں قرآن حکیم اور دینی ذمہ داریاں کا باہم تعلق واضح کیا گیا۔ بعد نماز مغرب برہان خیل مسجد میں سورۂ فاتحہ کے درس میں صراط مستقیم اور عملی زندگی میں موجودہ دور میں اس پر چلنے کی اہمیت کے موضوع پر مولانا غلام اللہ خان نے درس قرآن دیا۔ ۴/ ستمبر کو بعد نماز عشاء سوال و جواب کی نشست ہوئی۔

۵/ ستمبر کو قریبی موضع ٹیکولنی جاتے ہوئے چوگا ہائی سکول میں صبح کی اسمبلی میں مختصر خطاب میں مولانا غلام اللہ خان نے عصری علوم' دینی علوم اور موجودہ دور میں مسلم امہ کی عمومی پستی کے پس منظر میں دین کے قیام اور اسلام کی سربلندی کی اہمیت واضح کی۔ راقم نے طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے قرآن مجید سے تعلق کو عملی جامہ پہنانے کی ضرورت پر خطاب کیا۔ ٹیکولئی میں جناب محمد ارشاد' ان کے والد جناب امیر سلم اور چچا جناب نادر ہمارے میزبان تھے۔ نماز ظہر کے بعد جامعہ مسجد میں خطاب ہوا۔ ٹیکولئی سے واپسی پر چوگا کی ایک مسجد میں بعد نماز عصر مولانا غلام اللہ خان نے سورۃ الجمعہ کا درس دیا۔ ۵/ ستمبر کی دعوتی سرگرمی اختتام پذیر ہوئی البتہ حضرت الرحمٰن صاحب کی رہائش گاہ پر حسب معمول مولانا صاحب نے درس قرآن دیا۔ درس قرآن کے بعد رفقاء تنظیم کا اجلاس ہوا جس میں حضرت الرحمٰن' مولوی سید علی' محمد فاروق' محمد فیاض' عبدالرشید' مولانا غلام اللہ خان اور راقم شامل ہوئے۔ اس میں حضرت الرحمٰن صاحب کی ذمہ داری لگائی گئی کہ وہ عارضی نظم میں بطور نقیب ذمہ داری سنبھالیں اور محترم سید علی صاحب کو رفقاء کی تربیت کی ذمہ داری سونپی گئی۔

۶/ ستمبر کو مولانا غلام اللہ خان نے مسجد تان خیل میں نوید خلافت کی بشارت' مسلم امت کی موجودہ پستی اور ایک خوش آئند مستقبل کے پس منظر میں گفتگو کی۔ اس کے بعد راقم' مولانا غلام اللہ خان' مولوی سید علی اور محمد فاروق تقریباً ایک گھنٹہ ۲۰ منٹ پیدل سفر کے بعد ٹیکولئی پہنچے اور نماز عصر کے بعد جناب عبدالباری سے مختصر گفتگو ہوئی۔ ملاقات اس دعوتی پروگرام کا آخری مرحلہ تھا۔

۷/ ستمبر کو صبح ساڑھے سات بجے واپسی ہوئی۔ راقم اور غلام اللہ خان اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہیں اور ان تمام ساتھیوں کے بھی جنہوں نے خلوص اور محبت کے ساتھ ہمارے اس دعوتی و تنظیمی دورے کو بہت خوشگوار بنایا۔ ان حضرات کے نام یہ ہیں : حضرت الرحمٰن' قریب الرحمٰن (والد حضرت الرحمٰن) محمد فاروق' محمد فیاض' عبدالرشید' مولوی سید علی' محمد ارشاد' امیر سلم خان' محترم نادر خان۔ اللہ تعالیٰ ہماری مساعی قبول فرمائے۔

(رپورٹ : میجر (ر) فتح محمد)

ہمارا مطالبہ ہماری اپیل
دستورِ خلافت کی تکمیل

بقیہ : منبر و محراب

توکل و اعتماد چاہئے' جو بدقسمتی سے ہمیں حاصل نہیں۔ ہنٹنگٹن نے اپنے مقالے (Clash of Civilization) میں امریکہ کو یہ مشورہ دیا تھا کہ مسلمانوں کو آپس میں لڑاؤ۔ اس مشورے کا ایک ظہور حال ہی میں سامنے آیا ہے۔ اور وہ یہ کہ افغانستان اور ایران کے درمیان انتہائی خوفناک صورتحال پیدا ہو گئی ہے۔ امریکہ اور اس کے حواری ممالک اوپر اوپر سے تو یہی کہیں گے کہ نہ لڑو۔ لیکن اندر سے چاہیں گے کہ آپس میں لڑو تاکہ کمزور سے کمزور تر بلکہ کمزور ترین ہو کر رہ جاؤ۔ اس صورتحال میں طالبان کی اخلاقی ساکھ کو جو اسلامی حکومت کا سب سے بڑا امتیاز ہونا چاہئے' اس سے دھچکا لگا ہے کہ انہوں نے اولاً ایرانی سفارتکاروں کے بارے میں لاعلمی کا اظہار کیا لیکن پھر ایران کے دباؤ ڈالنے پر اس کا اعتراف بھی کیا اور لاشیں بھی نکل آئیں۔ انہیں اس غیر ذمہ دارانہ طرزِ عمل پر غیر مشروط معافی مانگنی چاہئے اور اس معاملہ میں انانیت سامنے نہیں آنی چاہئے۔ اسی طرح عالم اسلام کو ایران افغانستان کشیدگی ختم کرانے کے ضمن میں سورۃ الحجرات کی آیات ۱۰-۹ میں بیان کردہ کردار ادا کرنا چاہئے۔ ایران کے پاکستان کو فریق بنانے سے اس معاملہ میں پاکستان کی کوششیں بے معنی ہو کر رہ گئی ہیں۔

ہمارے نزدیک تو اس خطے میں پاکستان' ایران اور افغانستان پر مشتمل ایک مضبوط مسلم بلاک بننا چاہئے اور ایسا ہو کر رہے گا۔ تاہم وقتی طور پر اتار چڑھاؤ آتا رہتا ہے۔ بلکہ ہو سکتا ہے موجودہ صورتحال پاکستان اور افغانستان کو فوری طور پر آپس میں جڑنے پر مجبور کر دے اور ایران نے تو اپنے تئیں ہمیں جوڑ ہی دیا ہے۔ بہرحال تاریخ کشاں کشاں اسی طرف جا رہی ہے' پورا قافلۂ انسانی بھی اور پاکستان بھی۔ اب ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ ہم اس کے لئے کیا کردار ادا کر رہے ہیں۔

ضرورت رشتہ

جٹ برادری سے تعلق رکھنے والے ۳۰ سالہ بی ایس سی الیکٹریکل انجینئر ماہانہ آمدنی 15000 روپے شادی کے رہائش کے لئے دینی گھرانے سے موزوں رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔
رابطہ : نعیم اختر عدنان 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون : 5888501-3

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور
سی پی ایل نمبر: 127
جلد ۷ شمارہ ۳۷
سالانہ زرتعاون - /۱۷۵ روپے

پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس ۔ ریلوے روڈ لاہور
مقام اشاعت: ۳۶۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: ۰۳-۵۸۶۹۵۰۱

معاونین برائے مدیر:
○ مرزا ایوب بیگ ○ نعیم اختر عدنان
○ سردار اعوان
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

مسلم اُمہ ۔ خبروں کے آئینے میں (انتخاب: مرزا ندیم بیگ)

اسرائیلی مصنوعات کی سعودی عرب میں فروخت پر تاجروں کا احتجاج

سعودی عرب کی مارکیٹوں میں دیگر عرب ممالک سے درآمد اسرائیلی مصنوعات کی فروخت پر ملک بھر کی مارکیٹوں میں احتجاج کیا جا رہا ہے۔ ریاض چیمبر آف کامرس کے ذرائع نے بتایا کہ سعودی دار الحکومت سمیت دیگر شہروں میں یہودی تیار کردہ اشیاء کا بائیکاٹ اور ان کے خلاف احتجاج کیا گیا ہے۔ چیمبر کے صدر عبدالرحمٰن الجوریسی نے بتایا کہ سعودی عرب میں ان اشیاء کی درآمد میں دیگر عرب ممالک شامل ہیں۔ عبدالرحمٰن نے سعودی شہریوں کو چوکنا رہنے پر زور دیا اور کہا کہ اگر وہ یہودیوں کی تیار کردہ اشیاء دیکھیں تو فوراً متعلقہ حکام کو اطلاع دیں۔ عمان اور قطر دو ایسی عرب ریاستیں ہیں جو اسرائیل سے سفارتی تعلقات نہ ہونے کے باوجود اس کی تیار کردہ اشیاء استعمال کرتی ہیں۔

۴۶ لاکھ انڈونیشیائی خاندان خوراک کی قلت کا شکار

انڈونیشیا کے وزیر خوراک کے مطابق ۴۶ لاکھ سے زیادہ غریب خاندان یعنی ایک کروڑ ساٹھ لاکھ سے زیادہ لوگ انڈونیشیا کے سب سے بڑے جزیرے جاوا میں دن میں صرف ایک مرتبہ کھانا کھا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ صرف ایک کروڑ خاندان دن میں دو مرتبہ کھانا کھا سکتے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ ایسے ملک میں خوراک کی صورتحال اب سنگین ہو چکی ہے جو گزشتہ تیس سالوں کے عرصے میں بدترین بحران کا شکار ہے۔ جکارتہ جو کسی زمانے میں ایک پھلتا پھولتا اور وسیع و عریض شہر اور انڈونیشیا میں ترقی کا گہوارہ تھا اب درماندہ اور مفلوک الحال لوگوں کی آماجگاہ بن گیا ہے۔ وزیر خوراک سیف الدین نے کہا کہ جو لوگ شہری علاقوں میں رہتے ہیں انہیں خاص طور پر خطرہ ہے اور اس بات کا بہت امکان ہے کہ دکانیں لوٹ لی جائیں گی اور سنگین صورتحال سے نمٹنے کے لئے جلسے جلوس کئے جائیں گے۔ وائس آف امریکہ کے مطابق انڈونیشیا کے کم سے کم پانچ جزیروں میں چھوٹے اور درمیانے شہروں میں خوراک کی قیمتوں پر فسادات ہوئے ہیں جن میں چاول کی دکانوں اور گوداموں کو حملوں کا نشانہ بنایا گیا۔

اسامہ بن لادن کے قتل کا امریکی منصوبہ ناکام

اسامہ بن لادن کو میزائلوں کے حملہ کے ذریعے ہلاک کرنے کی امریکی سازش کی ناکامی کے بعد ایک اور امریکی سازش ناکام ہو گئی۔ طالبان رضاکاروں نے اسامہ کے قتل کے لئے افغانستان میں صحافی کے بھیس میں داخل ہونے والے عرب امریکی ایجنٹ کو گرفتار کر لیا۔ طالبان کے ترجمان اخبار ضرب مومن میں شائع شدہ رپورٹ کے مطابق اس ایجنٹ نے بتایا کہ امریکہ کی ایک خفیہ ایجنسی نے اسے دو دیگر ساتھیوں کے ہمراہ اسامہ کے قتل کے لئے بھیجا ہے اور وہ اپنے ساتھیوں سے پہلے اس علاقہ میں داخل ہو کر ان کا انتظار کر رہا تھا۔ ملزم نے یہ بھی اعتراف کیا کہ اس سے اس مقصد کے لئے ایک لاکھ امریکی ڈالر معاوضہ دینا طے پایا تھا۔

امریکہ کا سلامتی کونسل سے عراق کے خلاف کارروائی کا مطالبہ

امریکہ نے کہا ہے کہ وہ عراق کی جانب سے اقوام متحدہ کے اسلحہ کے معائنہ کاروں کے ساتھ تعاون نہ کرنے کے خلاف سلامتی کونسل سے عراق کے خلاف مزید اقدامات اٹھانے کا مطالبہ کرے گا۔ وائٹ ہاؤس کے ترجمان جیمز رابن نے نیوز بریفنگ میں عراق کے اس اعلان کو سلامتی کونسل کی قراردادوں کی خلاف ورزی قرار دیتے ہوئے کہا کہ سلامتی کونسل کو چاہئے کہ عراق کے اس اعلان کا نوٹس لے اور اس کے خلاف کارروائی کرنے پر غور کرے۔

دہشت گردی کو "اسلامی" قرار دینا غلط ہے' سعودی ولی عہد

سعودی عرب کے ولی عہد اور نائب وزیر اعظم شہزادہ عبداللہ نے کہا ہے کہ دہشت گردی کو اسلام سے جوڑنا بہت بڑی غلطی ہے کیونکہ دہشت گردی کا نہ کوئی مذہب ہوتا ہے اور نہ کوئی وطن۔ اس لئے نام نہاد اسلامی دہشت گردی کی اصطلاح بالکل غلط ہے۔ شہزادہ عبداللہ نے جو سعودی نیشنل گارڈز کے کمانڈر بھی ہیں' کہا کہ بعض دہشت گردوں کی طرف سے اسلامی نعرے لگانے سے دہشت گردی کو اسلامی قرار دینا بہت بڑی غلطی ہے۔ انہوں نے کہا کہ سعودی عرب کی طرف سے مختلف اسلامی سوسائٹیوں کو مدد اور تعاون فراہم کرنے کی پالیسی پر نظر ثانی کی ضرورت نہیں کیونکہ سعودی امداد انسانی بنیادوں' تبلیغی مقاصد' مساجد' مدارس اور شفاخانوں کی تعمیر کے لئے ہوتی ہے۔ سوڈان پر امریکی حملوں پر تبصرہ کرتے ہوئے شہزادہ عبداللہ نے کہا کہ سعودی عرب اپنا موقف واضح کر چکا ہے کہ کوئی بھی فوجی اقدام اقوام متحدہ کے چارٹر کے مطابق ہونا چاہئے۔ سعودی عرب اور ایران کے تعلقات کے حوالے سے انہوں نے کہا کہ ہم نے ایران کے ساتھ وسیع المشربی کی بنیاد پر مذاکرات اور تبادلہ خیالات کا نیا ورق شروع کیا ہے

ان شاء اللہ ہفتہ ۲۶ ستمبر کو ۸ بجے شب
چوبرجی کوارٹرز کے گراؤنڈ میں
تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام جلسۂ عام میں
ڈاکٹر اسرار احمد
نبی اکرمؐ کے مقصد بعثت کی تکمیل
کے ضمن میں پاکستان کا رول
کے موضوع پر خطاب فرمائیں گے۔ شرکت کی دعوت عام ہے
(نوٹ: خواتین کی شرکت کے لئے بھی اہتمام ہوگا)